Regd No E.P. 67

رجسٹرڈ نمبر ای پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر

محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ

چھ ...... روپے

ششماہی ۵۰۔۳

ممالک غیر ۵۰۔۷

فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۷	۲ صلح ۱۳۳۷ھش ۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ ۲ جنوری ۱۹۵۸ء	نمبر ۱

مرکزیت کے چار بنیادی ستون

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ مد ظلہ العالی

(یہ پُرمغز مضمون اخبار الفضل کے جلسہ سالانہ نمبر میں شائع ہوا ہے جس کے افادی پہلو کے پیش نظر اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

ہر جماعت یا قوم یا پارٹی جو اپنی اجتماعیت کو زندہ رکھنا چاہے اس کے لئے کسی نہ کسی نظریاتی یا تنظیمی یا انسانی یا ارضی مرکز کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی اصول کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے نظام عالم میں بھی مختلف قسم کے مرکز قائم کر رکھے ہیں۔ مثلاً جسم انسانی کا مرکز دل یا دماغ ہے نظام شمسی کا مرکز سورج ہے۔ اور نظام ارضی کا مرکز زمین ہے۔ جو اپنے تابع سیاروں کو اپنے ساتھ لیکر کسی بڑے مرکز کے اردگرد چکر لگا رہی ہے۔ اور اسی طرح ہر نظام میں کوئی نہ کوئی مرکز مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے الٰہی جماعتوں کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کیلئے حبل اللہ کو مرکز قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا۔ یعنی اے مسلمانو! خدا نے تمہیں صحیح نظریات پر متحد رکھنے اور انتشار سے بچانے کے لئے آسمان سے ایک رسّی نازل فرمائی ہے۔ اسے سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو" اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی جو شخص جماعتی مرکز سے کٹ کر اپنے لئے علیحدہ رستہ اختیار کرتا ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا"۔

پس ضروری ہے کہ ہماری جماعت بھی اپنی مرکزیت کو قائم رکھے۔ اور قرآن مجید اور احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام یا دوسرے لفظوں میں احمدیت کیلئے مرکزیت کے چار بڑے ستون مقرر ہیں۔ اور یہ چار ستون حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اول امام یعنی خلیفۂ وقت کا وجود جس کے ہاتھ پر سب مومن اتحاد اور جہاد فی سبیل اللہ کا عہد باندھتے اور اس کی قیادت کو قبول کرتے ہیں۔ یہ خلافت وہی ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیّۃ میں قدرت ثانیہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۲) دوم ایک ارضی مرکز کا وجود یعنے ایک ایسا صدر مقام جو اپنے تقدس یا مقام خلافت ہونے کی وجہ سے مومنوں کی توجہ کو ایک نقطہ پر جمع رکھتا۔ اور ان کے لئے جماعتی ہدایات کا منبع بنتا ہے۔

(۳) سوم عقائد صحیحہ یعنے نظریاتی مرکز کا وجود جو گویا ایک مضبوط رسّی کے طور پر سارے مومنوں کو ایک نقطہ پر جمع رکھ کر اور آپس میں بھائی بھائی بنا کر ایک دوسرے کے ساتھ باندھے رکھتا ہے۔

(۴) چہارم جماعتی تنظیم جو جماعت کو صحیح اعمال پر قائم رکھتی اور جماعت کے افراد کو انتشار سے بچاتی اور جماعتی ذمہ داریوں کے احساس کو زندہ رکھتی ہے۔

میری طبیعت آج کل پھر کسی قدر اعصابی تکلیف کی وجہ سے علیل ہے۔ اور کچھ نقرس اور کبھی کبھی سانس کی تکلیف بھی ہو جاتی ہے۔ ورنہ میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں ان چاروں مرکزوں کی تشریح اور تفصیل بیان کر کے دوستوں کو ان کی اہمیت بتاتا۔ اور اس بات کی وضاحت بھی کرتا۔ کہ ان میں سے ہر مرکز کس کس طرح جماعت کی روحانی اور اخلاقی اور علمی اور عملی اصلاح اور ترقی میں اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت میں صرف ان مراکز اربع کے مجمل ذکر پر ہی اکتفا کرتا ہوا دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ ان چاروں مرکزوں کے ساتھ اپنا رشتہ اس طرح جوڑیں کہ وہ کبھی ٹوٹنے کا نام نہ لے۔ اور نہ صرف خود ان مرکزوں کے ساتھ اپنا پیوند مضبوط کریں بلکہ اپنی اولادوں کے دل میں بھی اس خیال کو پختہ اور راسخ کر دیں کہ جماعت احمدیہ کی عالمگیر ترقی اور غلبہ انہی چار مرکزوں کے دائمی پیوند کے ساتھ مقدر ہے۔

وہ اپنے امام یعنے خلیفہ وقت کی محبت اور اس کی اطاعت اور وفاداری کا اعلیٰ نمونہ قائم کریں۔ اور اپنی ہر تبلیغی اور تربیتی مہم کو اس کے منشاء کے مطابق چلا کر الامام جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهِ (یعنی امام ایک ڈھال کا حکم رکھتا ہے اور مومنوں کو اس ڈھال کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیئے۔) کے ارشاد نبوی کی اس طرح اقتدا کریں کہ گویا وہ ایک بنیانِ مرصوص ہیں۔ وہ اپنے ارضی مرکز کی طرف اس طرح نگاہ رکھیں۔ اور اس کی ہدایات کی طرف اس طرح دیکھیں کہ حیث ما کنتم فولّوا وجوھکم شطرہ۔ کا رنگ پیدا ہو جائے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی عبادات (نماز۔ حج وغیرہ) کا اصل اور دائمی مرکز تو بہرحال مکہ مکرمہ ہے اور ہر سچے احمدی کے دل میں حج بجا لانے اور مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی تڑپ ہونی چاہیئے۔ مگر اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تبلیغی اور تربیتی مہم کو چلانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قادیان اور ربوہ کو مرکز مقرر کیا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا صدر مقام ہے۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنے اس مرکز کی طرف بار بار رجوع کر کے اپنے اندر نئی زندگی کی روح پیدا کرتا رہے۔ جس کا سب سے زیادہ دلکش اور مؤثر نظارہ ہمارا جلسہ سالانہ پیش کرتا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک کے مطابق ہر احمدی کو اپنا حرج کر کے بھی پہونچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

پھر ہر احمدی کا فرض ہے کہ اپنے نظریاتی مرکز یعنی عقائد صحیحہ کے ساتھ بھی اس طرح چمٹا رہے کہ اس میں کبھی کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ اور ہر احمدی اسلام اور احمدیت کی تعلیم کا مجسمہ بننے کی کوشش کرے جس کے لئے قرآن و حدیث کے مطالعہ کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کے مجموعہ تذکرہ اور حضور کی تالیفات اور خلفائے احمدیت کی تصنیفات کو ہمیشہ مدنظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ تاکہ ذاتی خیالات اور وقتی رجحانات عقائد صحیحہ کے منبع مصفّیٰ کو زنگ آلود نہ کر سکیں۔ یہ صحیح عقائد جنہیں دوسرے رنگ میں ایمانیات کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ زبردست حبل اللہ ہیں جن سے چنگل مار ..... [illegible] ..... سے

(بقیہ صفحہ ۷ پر)

اخبار احمدیہ

قادیان یکم جنوری ۱۹۵۸ء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ البتہ جلسہ سالانہ ربوہ سے واپس آنے والے حضرات کی زبانی علم ہوا ہے کہ ایام جلسہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی عام صحت بفضلہ تعالیٰ اچھی رہی۔ البتہ جلسہ سالانہ میں غیر معمولی کام کا اثر لازمی ہے۔ اس لئے احباب جماعت پوری توجہ سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کیلئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

۳۱ دسمبر آج چار بجے کی گاڑی مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان ایڈیٹر آزاد نوجوان مع جناب محی الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مدراس جلسہ سالانہ ربوہ سے واپسی پر قادیان تشریف لائے۔ احباب قادیان کی خواہش پر آپ نے بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں جلسہ سالانہ کے بعض ایمان افروز کوائف بیان فرمائے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

قادیان یکم جنوری۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے بعد آج چار بجے کی .....

ربوہ میں جماعت احمدیہ کا ۶۶واں سالانہ جلسہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا

اکناف عالم سے آنیوالے اسی ہزار نفوس کا اجتماع

اور

حضرت امام جماعت احمدیہ کے روح پرور خطاب اور علمائے سلسلہ کی پُرمغز تقاریر

قادیان۔ ۳۱ دسمبر۔ ربوہ (پاکستان) میں جماعت احمدیہ کا ۶۶ واں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کو نہایت کامیابی سے منعقد ہو کر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔ جلسہ کے تینوں روز حضرت امام جماعت احمدیہ نے ازراہ کرم سامعین کرام کو اپنے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ حسب سابق پہلے دن حضور کی افتتاحی تقریر ہوئی۔ اور دوسرے اور تیسرے روز کی تقاریر تبلیغی تربیتی علمی اور روحانی امور پر مشتمل تھیں۔ اسی طرح سلسلہ کے دیگر علماء کی تقاریر سے بھی احباب جماعت مستفید ہوتے رہے۔ جلسہ کے پہلے روز یعنی ۲۶ دسمبر کو سامعین کی تعداد پاکستان ٹائمز کی اطلاع کے مطابق ستّر ہزار تھی جبکہ دوسرے اور تیسرے روز اس تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جلسہ میں شریک ہونیوالے حضرات اس کا اندازہ اسّی ہزار سے ایک لاکھ تک بیان کرتے ہیں۔ جلسہ کے جملہ انتظامات نہایت تسلی بخش تھے موسم نہایت خوشگوار رہا۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔ جلسہ کی تفصیلی رپورٹ موصول ہونے پر آئندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مالک صلاح الدین ایم۔ اے پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان ..... سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ ۲ جنوری ۱۹۵۸ء

خُدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

سالِ نو کا آغاز

سن ستاون ختم ہو گیا۔ اب ۱۹۵۸ء شروع ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی گزر جائے گا۔ اور اس کی جگہ ۱۹۵۹ء لے لے گا۔ اسی طرح انسانی زندگی میں کتنے ہی سال آئے اور گزرتے چلے گئے۔ اور ہر آنے والا سال انسان کی موت کو قریب تر آجانے کی خبر دیتا ہے۔ مگر یہ غافل انسان ہے کہ دنیا کو اپنے لئے ہمیشہ کی قرارگاہ سمجھے بیٹھا ہے۔ حالانکہ اس کے سامنے ہر سال بیسیوں نفوس راہیٔ ملکِ بقاء ہوتے ہیں۔ اور اس کی نوبت بھی آج نہیں تو کل آنے والی ہے۔

ایک سال کے ختم ہو جانے اور دوسرے کے آغاز سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر شخص کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہو گیا۔ یعنی اگر وہ تیس سال کا تھا تو اب اکتیس سال کا ہو گیا۔ اور اگر چالیس سال کا تھا تو ایک سال گزر جانے کے نتیجہ میں اب وہ اکتالیس سال کا ہو گیا۔ لیکن اگر سوچا جائے تو اُسے معلوم ہوگا کہ گزرنے والے سال نے بجائے اضافہ کے اس کی مقررہ عمر سے ایک سال اور کم کر دیا۔ اور اس طرح یہ سلسلہ برابر چلتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے بھی دوسرے جہان میں بلا لیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اسی لطیف معنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ"

یعنی ہم (مرورِ) زمانہ کو اس بات پر بطور گواہ پیش کرتے ہیں کہ انسان خسارے میں جا رہا ہے۔ اور ایسا خسارہ جس سے کسی کو بھی انکار کی مجال نہیں۔ اور اگرچہ ہر گزرنے والی ساعت ہی انسان کو دعوتِ فکر دیتی ہے لیکن مکمل ایک سال کا لمبا عرصہ انسانی زندگی کے ایک قابلِ ذکر زمانہ کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ ہر شروع ہونے والا نیا سال جو ایک نئے عدد سے پکارا جاتا ہے درحقیقت ان کو جھنجھوڑتا ہے۔ اور اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے جس کی طرف مذکورہ آیۃ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ توجہ دلائی ہے:-

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

کہ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ اور عین حیات میں ایسے اعمال بجا لاتا رہے جو اس کے مر جانے کے بعد بھی فائدہ دیں۔

گویا ان مبارک اور جامع الفاظ میں انسان کو خسرانِ عظیم سے بچنے کا ایک طریق بتایا گیا ہے۔ اور اس کے دل میں امید کی ایک شمع روشن کر دی گئی ہے۔ اور بتایا کہ اگر تم ہر قدم پھونک پھونک کر رکھو اور اپنے اعمال میں ایسی درستی سے کام لو تو یہی خسران کی طرف اٹھنے والے قدم تمہاری کایا پلٹ دیں۔ چنانچہ سورت والعصر کی مذکورۃ الصدر آیۃ کریمہ کے معاً بعد اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ

"اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ"

یعنی ہمیشہ سے چل رہے اس خسرانِ عظیم سے وہ لوگ صاف طور پر بچے رہتے ہیں جو اپنے اندر مندرجہ ذیل چار اوصاف رکھتے ہیں۔ یعنی

اوّل :- الذین اٰمنوا - جن کے دلوں میں حقیقی ایمان کی شمع روشن ہوتی ہے۔ اور خدا اور اس کے مرسلین پر یقینِ کامل رکھتے ہیں۔

دوم :- ایسے ایمان کے مناسب حال عمل بھی بجا لاتے ہیں۔ گویا ایمان کی صورت میں جو مقدس پودا ان کے دلوں میں جڑھ پکڑ چکا ہے نیک اعمال کے ساتھ ہمیشہ اس کی آبیاری میں لگے رہتے ہیں۔

سوم :- نہ صرف از خود حق پر پنجہ مارتے ہیں بلکہ اپنے تعلق داروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور نہ صرف انفرادی حیثیت سے اس میں استقلال دکھاتے ہیں بلکہ من حیث الجماعۃ پورے صدق و ثبات کا نمونہ قائم کرتے ہیں۔

چہارم :- پھر اس راہ میں جملہ تکالیف اور پیش آمدہ مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔

اس مختصر تشریح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خسرانِ عظیم سے بچنے کا بڑا ذریعہ دل میں حقیقی ایمان پیدا کرنا اور اس کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

خدا کے فضل سے ہماری جماعت کو مامورِ وقت کی شناخت کے ساتھ وہ تازہ ایمان نصیب ہوا۔ اب اس کو قائم رکھنا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہر احمدی کا کام ہے۔ اس کے لئے اُس آزمودہ نسخہ پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے جسے اسلام کے صدرِ اوّل میں مجرب پایا گیا۔ یعنی قرآن کریم کو پورے تدبر اور غور و فکر سے مطالعہ کرنا اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر اپنی زندگی کو ڈھال لینا۔ اسی کی برکت سے قربِ الٰہی کے در کھلتے اور تمام نیک اعمال نہایت عمدگی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی خوب فرمایا کہ:-

"قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے۔ اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔"
(کشتی نوح صفحہ ۲۵)

پس آؤ ہم ان چاروں باتوں پر عمل پیرا ہونے کا عزم کرتے ہوئے نئے سال کا آغاز کریں۔ اور اس سال کا پروگرام قرآن کریم کے مطالعہ ایسے غور و تدبر سے پڑھنے پڑھانے پر مشتمل ہو۔ تا ہماری زندگی کی جو قیمتی ساعات غفلت، لاپرواہی اور عدمِ توجہ کے باعث ایسے ہی گزر گئیں۔ اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی کے ذریعہ کسی قدر ان کی تلافی کی صورت پیدا ہو جائے۔ اور ہم اس خسرانِ عظیم سے محفوظ ہو جائیں جس سے ہر شخص ہی دوچار ہوتا چلا جاتا ہے۔

سالِ نو کے جس عملی پروگرام کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ اس پر عمل کرنا اس صورت میں بہت ہی آسان ہو گیا ہے جب کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے از راہِ شفقت و احسان ہمارے قرآن کریم کا نہایت ہی عمدہ اور دلنشیں عام فہم ترجمہ اور مختصر تفسیر خود ہی فرما دی ہے جس سے ہر استعداد کا مالک اپنے لئے قرآنی معارف کا خزانہ جمع کر سکتا ہے۔ پس احبابِ جماعت کے لئے لازمی ہے کہ اس قیمتی خزانہ سے استفادہ کریں۔ اور اپنے اوقات کو نیک کاموں میں صرف کریں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس تفسیرِ صغیر کے متعلق فرمایا:-

"قرآن پڑھنے پڑھانے اور عمل کرنے کے لئے ہے پس ان نوٹوں میں اگر کوئی خوبی پاؤ تو انہیں پڑھو پڑھاؤ اور پھیلاؤ۔ عمل کرو عمل کراؤ اور عمل کرنے کی ترغیب دو۔ یہی اور یہی ایک ذریعہ اسلام کے دوبارہ احیاء کا ہے۔

اے اپنی فانی اولاد سے محبت کرنے والو! اور خدا تعالیٰ سے ان کی زندگی چاہنے والو! کیا اللہ تعالےٰ کی اس یادگار اور اس تحفہ کی روحانی زندگی کی کوشش میں حصہ نہ لوگے؟ تم اس کو زندہ کرو۔ وہ تم کو اور تمہاری نسلوں کو ہمیشہ کی زندگی بخشے گا۔ اٹھو! کہ خدا کی رحمت کا دروازہ ابھی کھلا ہے۔"

انسان ہمیشہ ہی اپنے ماضی کے بے سُود گزر جانے پر افسوس کیا کرتا ہے۔ لیکن حال جو اس کے اپنے قبضہ میں ہوتا ہے یا مستقبل جس کی طرف اس کا قدم بڑھ رہا ہوتا ہے اس سے غفلت کرتا ہے۔ مگر ان آیات کریمہ اور اقوالِ رسول اللہ اور ملفوظات حضرت امام الزماں میں اسی اہم امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اسلئے مبارک ہے وہ انسان جو ان باتوں کو دل میں جگہ دیتا ہے اور انہیں اپنے لئے مشعلِ راہ بناتا ہے اور ہمیشہ کے خسران سے بچنے کی صورت بنا لیتا ہے!!

وفقنا اللّٰہ و ایاکم لما یحب و یرضٰی

افسوس جناب ملک عبد الرحمن صاحب خادم وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قادیان یکم جنوری ۱۹۵۸ء۔ احبابِ جماعت میں یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سُنی جائیگی کہ کل دوپہر کے وقت لاہور میں جناب ملک عبد الرحمن صاحب خادم امیر جماعت احمدیہ گجرات ایک لمبی علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اگرچہ اب آپ کی صحت اچھی ہو گئی تھی مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب جو آج چار بجے کی گاڑی ربوہ سے واپس تشریف لائے آپ ہی کی زبانی یہ خبر قادیان پہنچی۔ مرحوم شخصیت جماعت احمدیہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے صداقتِ احمدیت کی تائید میں قلمی لسانی اور جانی ہر قسم کے جہاد میں نمایاں حصہ لیا۔ اور مخالفین احمدیت بالخصوص منکرینِ خلافت کے مقابل پر ایک جری پہلوان کی طرح ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ جس طور سے مرحوم نے خدمتِ دین کا حق ادا کیا وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ آپ کی وفات پر ادارہ بدر آپ کے جملہ لواحقین، سیدنا

خطبہ جمعہ

آؤ ہم خدا تعالیٰ سے دُعا کریں کہ احباب کثرت کے ساتھ جلسہ سالانہ پر آئیں

اور

جلسہ کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء بمقام ربوہ

اگرچہ ذیل کا خطبہ جمعہ ربوہ کے جلسہ سالانہ سے متعلق ہے جو ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو گیا۔ تاہم احباب جماعت کو حضور ایدہ اللہ کے روح پرور ارشادات عالیہ سے باخبر رکھنے کی غرض سے اسے شریک اشاعت کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ خطبہ کی اشاعت احباب کے روحانی استفادہ کا موجب ہو گی (ایڈیٹر)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ اب ہمارا

جلسہ سالانہ بالکل قریب ہے

اگلا جمعہ جو ۲۷ دسمبر کو ہو گا جلسہ سالانہ کے عین درمیان میں آ جائے گا۔ اور جلسہ سالانہ کا افتتاح ۲۶ دسمبر کو ہو جائیگا اور ۲۷، ۲۸ دسمبر کو میری تقریریں ہوں گی جن کے بعد جلسہ سالانہ ختم ہو جائیگا۔ چونکہ خطبہ کے صاف کرنے اور اس پر نظر ثانی کرنے میں اور پھر اس کے الفضل میں شائع ہونے پر کئی دن لگ جاتے ہیں اس لئے اگر خطبہ نویس خطبہ صاف کر کے الفضل کو اشاعت کے لئے دے بھی دے تو یہ خطبہ جلسہ سالانہ سے پہلے چھپ کر جماعتوں میں نہیں جا سکتا۔ اور وہ اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتیں اس لئے جہاں تک دنیوی سامانوں کا سوال ہے ہم اپنے

جلسہ کی کامیابی

کے لئے اب سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتے کہ ہم خدا تعالیٰ سے ہی دعا کریں کہ اے خدا کام کا وقت اب ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اور جلسہ سالانہ بالکل قریب آ گیا ہے ہمارا کوئی پروپیگنڈا اب ہمیں فائدہ نہیں دے سکتا۔ صرف تیری اور تیرے فرشتوں کی تحریک ہی ہے جو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اس لئے تو یہاں کے لوگوں کو تحریک کر کہ وہ اپنے فرائض کو اچھی طرح ادا کریں۔ اور جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کریں اور باہر والوں کے دلوں میں تحریک کر کہ وہ نیک ارادوں اور نیک مقاصد کو لے کر یہاں کثرت کے ساتھ آئیں اور پھر یہاں آ کر وہ اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ بلکہ جلسہ کے اوقات میں بھی اور بعد میں بھی تسبیح اور تحمید میں لگے رہیں تا کہ وہ جلسہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ اور جب وہ یہاں سے واپس جائیں تو ان میں اس قدر تبدیلی پیدا ہو چکی ہو۔ کہ وہ پہلے جیسے انسان نہ ہوں۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے فرشتے ہوں جو آسمان سے اترے ہوں۔ درحقیقت

ہماری مثال

اس وقت ویسی ہی ہے جیسی پہلی جنگ عظیم میں ایک موقعہ پر ایسی خطرناک صورت پیدا ہوئی کہ شہنشاہ جرمنی کی فوج نے اتحادیوں کی فوج میں رخنہ پیدا کر دیا لیکن اس وقت شائد بادلوں کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ دھواں ان کے سامنے آ گیا جرمن فوج کو اس رخنہ کا علم نہ ہو سکا۔ جب اتحادیوں کو اس رخنہ کا پتہ لگا تو فرانسیسی جرنیل نے

انگریزی فوج کے جرنیل

کو بلایا اور کہا کہ تم اس رخنہ کو پُر کرنے کا انتظام کرو۔ اس جرنیل نے کہا ہماری فوج پچاس ساٹھ میل دور ہے اور جب تک وہ فوج آئیگی جرمن فوج شہر میں داخل ہو جائیگی۔ اس لئے اب فوج کو بلانا بے کار ہے تب فرانسیسی جرنیل نے ایک کینیڈین جرنیل کو بلایا۔ وہ آرڈی نینس پر مقرر تھا اس کے ماتحت لڑاکا سپاہی نہیں تھے بلکہ نائی۔ دھوبی۔ بڑھئی موچی اور نان پز وغیرہ تھے فرانسیسی جرنیل نے اسے کہا میں نے تمہاری بہت شہرت سنی ہے کیا تم کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے کہ کسی طرح اس رخنہ کو آٹھ دس گھنٹے تک پُر کر دو پھر باقاعدہ فوج آ گئی تو وہ دشمن کو روک لے گی۔ اس نے کہا ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں چنانچہ وہ واپس گیا اور اس نے اپنے سب نائیوں دھوبیوں۔ موچیوں۔ بڑھیوں۔ لوہاروں باورچیوں اور نان پزوں کو اکٹھا کیا۔ اور کہا تمہیں بھی کئی دفعہ جوش آتا ہو گا کہ کاش ہمارے پاس بھی ہتھیار ہوتے تو ہم وطن کیلئے اپنی جانیں لڑا دیتے۔ تم سوچتے ہو گے کہ لڑنے والے لوگ کتنا ثواب حاصل کر رہے ہیں اور

وطن کیلئے اپنی جانیں لڑا رہے ہیں

لیکن آج تمہارے لئے بھی موقعہ پیدا ہو گیا ہے اور آج تم بھی وہی فخر حاصل کر سکتے ہو جو انہیں حاصل ہے لیکن یاد رکھو کہ میرے پاس اس وقت کوئی بندوق اور اسلحہ نہیں وہ پچاس ساٹھ میل پیچھے ہے اور اسے محاذ سے دور اس لئے چھپایا گیا ہے تا کہ وہ دشمن کے ہاتھ نہ آ جائے۔ اور اسے یہاں لانے کے لئے اب کوئی وقت نہیں اس لئے تم میں سے ہر پیشہ والا اپنا اپنا سامان جس کے ساتھ وہ کام کرتا ہے ساتھ لے لے اور چل پڑے۔ لوہار اپنا ہتھوڑا لے لے بڑھئی کلہاڑا پکڑ لے اور نان پز اپنی سلاخ ہاتھ میں لے لے اور

دشمن سے مقابلہ کیلئے

تیار ہو جائے۔ انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں چنانچہ وہ اپنا اپنا ہتھیار لے کر فوراً اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں دشمن نے رخنہ پیدا کر دیا تھا۔ اور انہوں نے اس رخنہ کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک کہ باقاعدہ فوج نہ پہنچ گئی اس وقت بادلوں یا دھوئیں کی وجہ سے دشمن کو یہ پتہ نہ لگ سکا کہ ان کے سامنے باقاعدہ فوج نہیں کھڑی بلکہ صرف نائی۔ دھوبی۔ موچی اور نان پز وغیرہ کھڑے ہیں اور اس نے ڈر کر پیش قدمی نہ کی۔ بعد میں جب باقاعدہ فوج وہاں پہنچ گئی تو اس نے اس رخنہ کو روک لیا۔ اسوقت جب رخنہ واقعہ ہو گیا تھا انگریزی فوج کے کمانڈر نے اس وقت کے برطانوی

وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج

کو تار دی کہ اس وقت حالت سخت نازک ہے۔ دشمن نے ہماری فوج کے درمیان رخنہ پیدا کر دیا ہے۔ اور اس رخنہ کو پُر کرنے کیلئے پیچھے سے فوج نہیں آ سکتی۔ اب ہمارے پاس صرف نائی دھوبی۔ موچی۔ بڑھئی اور نان پز ہی ہیں جن کو ہم نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ وہ آ کر اس رخنہ کو پُر کریں اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ نائی اور دھوبی وغیرہ لڑ نہیں سکتے۔ جب یہ تار گئی تو مسٹر لائڈ جارج اپنی کابینہ سے لڑائی کے بارہ میں مشورہ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ تار پڑھی تو انہوں نے اپنے ساتھی وزراء سے کہا بھائیو جس بات پر ہم غور کر رہے تھے اس کا وقت گزر گیا ہے اب ہمارے

باہمی مشوروں کا کوئی فائدہ نہیں

اب صرف ایک ہی راہ رہ گئی ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے اسلئے آؤ ہم اپنے گھٹنے ٹیک کر اس کے سامنے گر جائیں اور اس سے کہیں کہ وہ ہماری مدد کرے چنانچہ وہ خود بھی اور باقی وزیر بھی گھٹنے ٹیک کر

خدا تعالیٰ کے حضور گر گئے

اور انہوں نے دعا کی کہ اے خدا اب کوئی دنیوی تدبیر باقی نہیں رہی۔ اب تو خود ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت پیدا کر اور ہمیں دشمن کے حملہ سے بچالے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کی یہ دعا اس طرح سُنی کہ نائیوں۔ دھوبیوں۔ بڑھیوں اور لوہاروں نے وہ رخنہ روکے رکھا یہاں تک کہ باقاعدہ فوج آ گئی۔ اور دشمن کو اس رخنہ کا علم تک نہ ہو سکا۔ ہماری بھی اسوقت یہی حالت ہے، ہم بھی اب کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ اب دنیوی تدابیر کا وقت نکل گیا ہے نہ تو ہم

وعظ و نصیحت کے ذریعہ

لوگوں کو جوش دلا سکتے ہیں کیونکہ جوش دلانے کیلئے بھی وقت کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تحریک کرنے کیلئے باہر مبلغ بھجوا سکتے ہیں۔ اگر باہر مبلغ بھیجے جائیں تاکہ وہ لوگوں کو یہاں آنے کی تحریک کریں تب بھی کچھ دن لگ جائیں گے۔ اور اسوقت تک جلسہ آ جائیگا۔ جماعتوں والے خود تحریک کریں تو اس کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہو گا۔ اگر یہ خطبہ چھپ بھی جائے تب بھی یہ باہر کی جماعتوں کو وقت پر نہیں مل سکتا۔ اسلئے اب یہی صورت ہے کہ ہم سب خدا تعالیٰ کے حضور گر جائیں اور اس سے دعا کریں کہ اے خدا اب ہماری تدبیر کا وقت گزر گیا۔ اب تو ہی لوگوں کو تحریک کر کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ پر آئیں اور پھر یہاں آ کر جلسہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں انہیں جلسہ سے اتنا فائدہ پہنچے کہ وہ معمولی انسان جو یہاں آئیں فرشتہ بن کر واپس جائیں اور تیری رحمتیں اور برکتیں ان پر بھی ہوں جو یہاں آئیں اور ان پر بھی ہوں جن کا یہاں آنے کا ارادہ تو ہو لیکن وہ کسی وجہ سے نہ آ سکیں۔ پھر تیری رحمتیں اور برکتیں ان لوگوں پر بھی ہوں جو یہاں رہتے ہیں۔ سب رحمتیں اور برکتیں تیرے ہی اختیار میں ہیں۔ ہم تو محتاج ہیں لیکن ہماری احتیاج کو پورا کرنے کی تجھ میں ہی قدرت ہے۔ تو ہماری احتیاج کو پورا فرما اور ہمیں اپنی برکات سے مالا مال کر ؛

تحریکِ دُعائے خاص

"دُعائے مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!"

(از حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدّظلہا العالی)

ذیل کا منظوم کلام نہایت جامعیت کے ساتھ ایک طرف گزشتہ واقعات کی صحیح تاریخ پیش کرتا ہے۔ تو دوسری طرف احباب جماعت کو اپنے محبوب امام ہمام کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے خاص توجہ اور التزام سے راتوں کے وقت اٹھ کر دعا کرنے کی تحریک کرتا ہے۔ اسی تحریک کی غرض سے اخبار الفضل سے اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

(۱)

[illegible] چھبیس ۲۶ مئے سن آٹھ حزب المومنیں
وہ غروبِ شمس وقتِ صبحِ محشر آفریں
دیکھنے پائے نہ جی بھر کر کہ رخصت ہو گیا
مشعلِ ایماں جلا کر نورِ دورِ آخریں
ہاتھ ملتے رہ گئے سب عاشقانِ جاں نثار
سو گیا "جانِ جہاں" کو گود میں جاں آفریں
جسمِ اطہر کے قریں مرغانِ بسمل کی تڑپ
ہو رہی تھی روحِ اقدس داخلِ خلدِ بریں
جس طرف دیکھا یہی حالت تھی ہر شیدائی کی
سر بسینہ چشم باراں، پشت خم اندوہ گیں
حسرتیں نظروں میں لے کر صورتیں سب کی سوال
اب کہاں تسکین ڈھونڈیں "بے سہارے" دل حزیں؟
وہ لبِ جاں بخش کہکر "قُمْ بِاِذنِی" چپ ہوئے
ہجر کے ماروں کو اب کوئی جلائے گا نہیں؟
کون دکھلائے گا ہم کو آسمانی روشنی؟
"چودھویں کا چاند" چھپ جائیگا اب زیرِ زمین
دونوں ہاتھوں سے لٹائے گا خزانے کون اب؟
تشنہ روحیں کس سے لیں گی آبِ فیضانِ مکیں

(۲)

اک جوانِ منحنی اٹھا بعزمِ استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہدِ راسخ دلنشیں
شوکتِ الفاظ بھرائی ہوئی آواز میں!
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
میں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی!
میں تری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمتِ اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جانِ حزیں
یہ ارادے اور اتنی شانِ ہمت دیکھ کر
اس گھڑی بھی محوِ حیرت ہو رہے تھے سامعیں
درد میں ڈوبی ہوئی تقریر سُن سُن کر سبھی
لوگ روتے تھے ملائک کہہ رہے تھے "آفریں"
"چشمِ ظاہر بیں سے پنہاں ہے ابھی اسکی چمک
تیری قسمت کا ستارا بن چکا ماہِ مبیں"

(۳)

سر پہ اک بارِ گراں لینے کو آگے ہو گیا
ناز کا پالا ہوا ماں باپ کا "طفلِ حسیں"
کر نہیں سکتا کوئی انکار عالم ہے گواہ!
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں
ذاتِ باری کی رضا ہر دم رہی پیشِ نظر
خلق کی پروا نہ کی خدمت سے منہ موڑا نہیں
چیر کر سینے پہاڑوں کے قدم اس کے بڑھے
سینہ کوبی پہ ہوئے مجبور اعدائے لعیں
دشمنوں کے وار چھاتی پر لئے مردانہ وار
پشت پر ڈستے رہے ہر وقت مارِ آستیں
ایسی باتیں جن سے پھٹ جاتے ہیں پتھر کے جگر
صبر سے سنتا رہا ماتھے پہ بَل آیا نہیں!
کوئی پوچھے کس گنہ کی اس کو ملتی تھی سزا؟
کس خطا پر تیر برسائے گروہِ ظالمیں!
"گریۂ یعقوب" نصفِ شب خدا کے سامنے
"صبرِ ایوبؑ" برائے خلق با خندہ جبیں
صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگا دی قول ہارا نہیں۔
ارضِ ربوہ جس کی شاہد ہے وہ معمولی نہ تھا
خونِ "فضلِ مرسلیں" تھا "شیرِ اُم المومنیں"
آج فرزندِ مسیحائے زماں بیمار ہے
دعویٰ دارانِ محبت سو رہے جا کر کہیں؟
قوم اے! جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
اَن گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

ہو دعائے دردِ دل سالم رہے قائم رہے
یہ "دُعائے احمدِ ثانی" نویدِ اوّلیں

(سالم بمعنی تندرست)

اٰمین

May [illegible]

میرے والد بزرگوار

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی کی علالت اور وفات کے مختصر حالات

(از مکرم داؤد احمد صاحب عرفانی الاسدی)

میرے پیارے ابّا حضرت عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ جیسا کہ احباب کو علم ہو چکا ہے ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کی صبح کو چار بجے اس دنیائے فانی سے رحلت فرما کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

والد صاحب کے مقام کے متعلق جو اُن کو سابقون الاولون میں ہونے کی وجہ سے حاصل تھا یا ان کی خدمات سلسلہ کے بارہ میں مجھے کچھ نہیں کہنا۔ اس لئے کہ اس سلسلہ میں اللہ کے فضل سے جماعت کے بزرگان اور علماء مجھ سے بہتر لکھ سکتے ہیں۔ اور مبادا میرا کچھ لکھنا پدرم سلطان بود کا مصداق ہو۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ باوجود اس کے کہ میرا علم ناقص ہے لیکن پھر بھی موجودہ یا آئندہ والے مورخ جب سلسلہ کی تاریخ شرح و بسط کے ساتھ لکھیں گے۔ تو اللہ کے فضل سے ان کو عرفانی صاحب ہر جگہ چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔

اس جگہ میں صرف ان کی علالت کے ایام اور وصال کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ تا کہ جملہ احباب سلسلہ کو جو ان سے اخلاص و محبت کے جذبات رکھتے تھے علم ہو سکے۔

(۱)

والد صاحب کی یہ علالت دراصل عرصہ تین سال سے جاری تھی۔ ان پر کسی بیماری کا حملہ ہوتا، چند دن بیمار رہتے پھر چلنے پھرنے اور اپنے کام کاج کرنے لگ جاتے۔ لیکن وہ کبھی لمبے عرصہ کے لئے فریش نہیں ہوتے تھے۔ باوجود اس کے کہ ان کو بلڈ پریشر تھا۔ مگر وہ اس کی پرواہ ہی نہ کرتے تھے۔ بعض اوقات تو ڈاکٹر منع کرتے کہ اٹھنا بیٹھنا نہیں۔ سیڑھیاں نہیں چڑھنا۔ لیکن یہ کہاں مانتے تھے۔ کہتے تھے۔ یہ تو مجھے معذور بنا دیں گے۔ چلتے پھرتے رہنے میں ہی صحت کا راز مضمر ہے۔ اس سلسلے میں ان کو ضعف کے دورے ہونے لگے۔ بعض اوقات تو کھڑے ہوئے یا اٹھے دورہ ہوا اور گر گئے۔ لیکن یہ دورے بالکل چند سکنڈ یا بعض اوقات چند منٹ کے ہوتے تھے آج سے کوئی دو سال قبل میرے پاس ورنگل آئے۔ بڑے خوش تھے۔ چاق چوبند غذا اچھی تھی۔ نیند اچھی تھی۔ بلڈ پریشر تھا۔ کہنے لگے کبھی تمہارے ڈاکٹر کو دکھا لیں وہ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا چنانچہ کمپنی کا ڈاکٹر آیا۔ اس نے دیکھا کہ ہشاش بشاش بیٹھے ہیں۔ لیکن جب بلڈ پریشر دیکھا تو سکتے میں آ گیا وہ کوئی 260 تھا۔ مَیں نے اس کو سمجھا دیا تھا کہ کہنا سب ٹھیک ہے اصل بات مت کہنا۔ اس لئے کہ پھر ان کی طبیعت میں پریشانی پیدا ہو جاتی تھی۔ اور یہ ہم کو پسند نہ تھا ہم ان کی ہمت کو پست ہونے نہیں دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ ابھی ایک ہفتہ ورنگل میں رہیں۔ آپ کبھی اپنے بچوں کے پاس زیادہ دن نہیں ٹھہرتے کہنے لگے کہ یہاں آکر میں بے کار ہو جاتا ہوں۔ بس کھاتے اور پڑے رہو۔ یہ میری طبیعت کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر نے کہا اچھا چند دن آپ کے لئے آرام کی ضرورت ہے۔ مگر ابا کہاں مانتے تھے انہوں نے کہا نہیں مَیں تو کل چلا جاؤں گا۔ مجھے ڈاکٹر نے علیحدگی میں کہا کہ اتنا بلڈ پریشر ہے کہ کسی وقت بھی کوئی واقعہ ہو سکتا ہے۔ ان کو ہرگز نہ جانے دینا ہم سب نے بعد میں زور لگا کر ایک دن روک لیا۔ دوسرے دن ڈاکٹر کو پھر بلایا۔ تو بلڈ پریشر کچھ زیادہ ہی تھا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ نہیں جا سکتے۔ لیٹے رہا کریں۔ تو اس سے جھگڑنے لگے کہ مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ مَیں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ ہمیشہ اپنی مرضی کی ہے بہرحال آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ مگر مجھے ڈاکٹر نے ایسا ڈر ڈال دیا کہ جان فکر میں پڑ گئی۔ لیکن ابا جی ایک دن اور ٹھہر کر چلے گئے۔ مَیں نے ساتھ آدمی بھی بھیجا اپنے مزے میں گاڑی پر سوار ہو گئے۔ ایک سال کے بعد پھر ڈاکٹر صاحب نے دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ تو معجزہ ہے۔ کیا علاج کیا ہے۔ مَیں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں ڈاکٹر کو بلاتے ہیں فیس دیتے ہیں مگر دوائی نہیں کھاتے۔ آخری دفعہ اکتوبر ۱۹۵۷ء کے آخری ایام میں اچانک آ گئے ساتھ نوکر تھا۔ بڑے خوش تھے۔ ہم کو بھی بڑی مسرت ہوئی۔ کہنے لگے بچوں کو دیکھنے کو دل چاہا تو چلا آیا۔ نوکر نے بتایا کہ سکندر آباد سے صبح کی گاڑی پکڑنا تھی۔ لیکن انہوں نے رات بھر کسی کو سونے نہیں دیا۔ اور ٹیکسی رات کو ہی منگوا کر کمپونڈ میں کھڑی کر دی۔ کہ پھر وقت پر ملے نہ ملے۔

اپنے ڈاکٹر سے مَیں نے بات کی کہ میرے ابا جی آئے ہیں۔ اور بہت اچھی صحت ہے چلو تو ذرا دیکھ لو۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر آیا۔ دیکھا کہنے لگا ایسا مریض میری نظر سے نہیں گزرا یہ چند دنوں اور بلکہ چند گھنٹوں میں ختم ہو جانے کا کیس تھا۔ لیکن ان پر خدا کے کرم کی نظر ہے۔ لہذا ان کے علاج معالجے کے بارے میں کچھ کہنا ہی فضول ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ کو کوئی بیماری نہیں۔ دل اچھا ہے۔ اعصاب اچھے ہیں۔ بلکہ آپ کی عمر کے لحاظ سے تو یہ کہنا چاہیئے کہ بہت ہی مضبوط ہیں۔ جو جی آئے کھائیں۔ آرام کو بھی مدنظر رکھیں۔ زیادہ محنت نہ کریں۔ اس پر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے مَیں تو کہتا ہوں مجھے کوئی عارضہ نہیں ہے۔ میں ہر طرح تندرست ہوں۔ بس اب جا کر تصنیف کا کام پھر سے شروع کر دوں گا۔ لیکن تقدیر کچھ اور کہہ رہی تھی۔ کہ اب وقت قریب ہے آپ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ان کاموں سے فرصت مل جائیگی !!

(۲)

اسی سال رمضان کے مہینہ میں شدید بیمار ہوئے۔ بخار جو کہ نزلہ زکام سے شروع ہوا۔ اس نے سخت صورت اختیار کر لی۔ ضعف کے دورے جلد جلد ہونے لگے بڑی پریشانی ہو گئی۔ بڑے بھائی یوسف علی عرفانی کو میں نے تار دے کر بمبئی سے بلوایا۔ وہ آ گئے۔ میں ملازمت کی وجہ سے زیادہ دن ٹھیر نہیں سکتا تھا لیکن بار بار آجاتا تھا اس لئے کہ سکندر آباد ورنگل سے صرف ۴ گھنٹے کا سفر ہے۔ ان کی طبیعت گھبراتی۔ حکم ہوتا جلدی داؤد کو فون کر کے بلاؤ میں آتا۔ گلے سے لگاتے منہ سر چومتے اور اٹھ کر بیٹھ جاتے۔ اور کہتے بس تم آ گئے اب میں بالکل اچھا ہوں۔ دیکھو میں اچھا ہوں کہ نہیں۔ میں کہتا بالکل اچھے ہیں تو خوش ہو جاتے۔ پھر ساتھ ہی حکم بھی دیدیتے پہلی گاڑی سے واپس چلے جاؤ بچے وہاں اکیلے ہیں۔ اور فکر کرتے ہوں گے۔

عین عید کی شام کو مجھے ٹیلیفون آیا کہ حالت خراب ہو گئی ہے فوراً آؤ۔ حالانکہ اسی دن دوپہر کو بھائی صاحب میرے پاس آ گئے کہ ابا اچھے ہیں۔ مجھے کہا ہے کہ چلے جاؤ۔ بچوں کے ساتھ عید کر کے آجانا۔ خیر میں بھاگا رات کو پہنچ گیا۔ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ میرا بیٹا میرا بیٹا کہہ کر گلے لگایا۔ پیار کیا۔ کہنے لگے مجھے امید تھی تم ضرور آؤ گے۔ آج طبیعت بگڑ گئی تھی لیکن اب بہت اچھی ہے۔ نوکر کو کہا کہ کھانا لاؤ۔ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اتنے میں یوسف احمد علاؤالدین صاحب آ گئے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب اب تو آپ اچھے ہیں۔ اب داؤد بھائی کو جانے دیں۔ وہاں سب پریشان ہونگے اور کل عید بھی ہے کوئی عید نہ کر سکے گا کہنے لگے ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ اس وقت گاڑی کوئی ہے انہوں نے کہا ہاں ہے تو مجھے رخصت کر دیا۔ میں رات کو کوئی ایک بجے کے قریب گھر پہنچ گیا اور سب کو اطمینان ہو گیا۔

(۳)

بیماری ہلکی ہو یا زیادہ۔ بس پھر تو سمجھ لیں کہ دماغ زوروں پر کام کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد تازہ کرتے اور روتے اور زار زار روتے تھے۔ خدا کا شکر اور حمد و ثناء کرتے کہ مجھ ذرہ ناچیز کو تو نے یہ شرف بخشا کہ اپنے پیارے نبی کا خادم ہونے کا شرف بخشا۔ پھر اگر اس وقت کوئی ان کا خیال اس زمانہ کی طرف پلٹا دیتا تو پھر تو گھنٹوں وہ تقریر کرتے اور ایسے ایسے پر معارف حالات مع تاریخ سنہ اور وقت کے بتاتے کہ جیسے سینما کے پردے پر کوئی تصویر چل رہی ہو۔ سب بیان کر کے دل کا غبار نکال کر کہتے کہ اب میں بالکل اچھا ہوں۔ یہ ذکر میری روح کیلئے تسکین ہے یہ امرت ہے یہ زندگی ہے۔ اے کاش وہ دن پھر آ جائیں۔ وہ لوگ اب نظر نہیں آتے۔ اچھا ایک دن ان سے مل ہی جائیں گے۔ ساتھ ہی اس امر کا بار بار افسوس کرتے کہ پرانے لوگ ختم ہو رہے ہیں۔ جو تھوڑے سے ہیں اب وہ نئی پود کے لئے دقیانوسی ہیں۔ لیکن بعد میں پچھتائیں گے کہ ان کو ایسے لوگوں کی صحبت کا موقعہ ملا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں دیکھیں تھیں۔ جن کو کہ ان کا ادنیٰ ترین غلام ہونے کا فخر حاصل تھا۔ لیکن اس غلامی پر سے دنیا کی بادشاہتیں قربان ہیں۔ ان بوڑھوں کو لوگ ڈھونڈھینگے اور نہ پائیں گے۔ میں اگر ملازمت کرتا تو ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر ہوتا اور خطاب میرے نام کے ساتھ ہوتا۔ لیکن میرے مولیٰ نے میرے لئے جو مقدر کیا اس کے لئے صرف اتنا کہتا ہوں وتعز من تشاء و تذل من تشاء والی بات ہے۔ اس نے میرے لئے عزت مقدر کی تھی شکر الحمد للہ ! میں نے اس دنیا میں سب کچھ پایا۔ دولت بھی بے حساب پائی اور لٹائی۔ دین کی خدمت کے لئے بھی میرے مولیٰ نے مجھے بے حساب مواقع دئے۔ بس یہاں آئے کہ آنسو نکل آتے تھے۔ اور بار بار خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کرتے۔

ایسے متعدد واقعات ہوتے ہر ملنے والا جو آتا وہ ایک نیا نکتہ ان کے پاس سے سن کر جاتا۔ ذکر حبیب ان کی روح کے لئے غذا تھی۔ ٹانک تھی۔ اور بڑی ہمت اور جلال ان میں آجاتا۔ افسوس صد افسوس کہ

اب یہ نظارے دیکھنے میں نہ آسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر رحمت کی بارش ہمیشہ برساتا رہے۔ آمین۔ جس محفل اور جن وجودوں کے لئے وہ تڑپتے تھے وہ اب اسی محفل میں پہنچ چکے ہیں۔ اب تو ہر وقت عرفان کے دریا بہتے ہوں گے۔ آقا اور خادم، عزیز اور دوست ان کی معیت ان کو حاصل ہے۔ وہ اپنے مقصد کو پا گئے۔ خوش نصیب اور بہت خوش نصیب تھے میرے پیارے اباجی!

(۴)

ایام بیماری میں وہ یہ چاہتے تھے کہ سب عزیز پیارے دوست میرے قریب رہیں۔ اور ان کو ہمیشہ سے پاؤں دبوانے کی عادت تھی۔ بیماری میں تو بس مسلسل یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان کی تمام بیماریوں کا علاج یہی تھا جسم کو دبوایا سکون ہو گیا۔

آخری علالت بہت مختصر تھی۔ جس کا اب میں ذکر کروں گا۔ چند سالوں سے انہوں نے یہ دستور بنا لیا تھا۔ کہ اپنی سالگرہ میرے پاس آکر مناتے۔ ساری زندگی میں کبھی سالگرہ کا خیال نہیں آیا۔ سال آتے اور چلے جاتے دن چڑھتے اور ختم ہو جاتے۔ عرفانی صاحب اپنی ڈگر پر اپنی دھن میں لگے رہتے۔ کتابیں ہیں اخبارات ہیں یا پھر تحریری کام کر رہے ہیں۔ تین سال سے متواتر اپنی سالگرہ سے چند دن قبل آجاتے اور ۲۹ر نومبر کو ان کی سالگرہ ہم اپنے کنبہ میں سادگی سے مناتے۔ اباجی کو پھول پہناتے۔ سب اچھا لباس پہنتے۔ اچھا کھانا پکایا جاتا۔ شکرانے کا بکرا ذبح کیا جاتا ان کے ہاتھ سے صدقہ کرواتے۔ اور ان کے ساتھ فوٹو وغیرہ اترواتے غرضیکہ اس طرح سے یہ خوشی کا دن ہم گزارتے۔ میں ہمیشہ اپنے بچوں کے ہاتھ سے ان کو پھول پہنواتا۔ اور میری بیوی نذر پیش کرتی۔ بہت خوش ہوتے اپنے گلے کے پھول پھر نکال کر میرے بچوں کے گلے میں ڈال دیتے۔ اور دعا دیتے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو میری عمر جتنی عمر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ہم سب مل کر ان کی درازیٔ عمر اور صحت و سلامتی کے لئے دعا مانگتے۔ غرض اس طرح صحبت ختم ہوتی (کاش یہ سلسلہ جاری رہتا)

ہاں تو ذکر ان کی آخری علالت کا تھا۔ والد صاحب کا پروگرام ۲۷ر نومبر ۷۹ء کو میرے پاس آنے کا تھا۔ چنانچہ ہم نے ان کے لئے کھانا وغیرہ کا انتظام کیا۔ آدمی سٹیشن لینے گیا۔ میرا بچہ بھی گیا۔ لیکن نہیں آئے۔ شام کو خط آیا کہ ۲۸ر کو آجاؤں گا ۲۹ر ہی کو سالگرہ ہے پھر یہ بھی لکھا کہ شائد نہ بھی آسکوں۔ ۲۸ر کو پھر سٹیشن پر آدمی گئے مگر وہ نہیں آئے۔ ۲۹ر تاریخ کو بھی نہیں آسکے۔ پھر ہم مایوس ہو گئے۔ چنانچہ خط آگیا کہ طبیعت اچھی نہیں ہے۔ اچھا ہوتے ہی آؤں گا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ پیٹ میں درد ہے۔ مجھے لکھا کہ تم مت آنا۔ ورنہ ہمیشہ ذرا سی تکلیف پر فون کر کے بلا لیا کرتے تھے۔ اس دفعہ ہر خط میں جو روز آتا یہی تکرار ہوتا کہ آنا مت۔ اپنی صحت کا خیال رکھو۔ بچوں کی تعلیم کا خیال رکھو۔ میں دعائیں کر رہا ہوں۔

مجھے منع کرنے کی چند وجوہات تھیں۔ اول تو یہ کہ میں ان کی علالت سے قبل سخت بیمار ہوا۔ دمہ کے دورے بڑی شدت سے پڑتے تھے۔ رات رات بھر بیٹھ کر گزرتی۔ تین تین دفعہ ٹیکے لیتا جب تک ٹیکے کا اثر رہتا سکون رہتا ورنہ پھر وہی حال ہو جاتا۔ اس لئے میری صحت کے مدنظر منع کرتے رہے۔ اس کے علاوہ مجھے ان کی بیماری کی حالت میں دیکھ کر بہت دکھ ہوتا تھا۔ اور میں ان کی علالت سے بہت گھبراتا تھا۔ جس کا ان کو علم تھا۔ اس لئے بھی وہ مجھے اسی اذیت سے بچانا چاہتے تھے۔ جو قلبی طور پر مجھے اپنے پیارے ابا کے کرب سے ہوتی تھی۔ پھر وہ خود بھی میرے سامنے کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ برداشت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ تاکہ مجھے تسلی رہے اور یہ بھی خیال تھا کہ میرے بچوں کو دیکھ کر میں ان کی پریشانی برداشت نہ کر سکوں گا۔ لہٰذا منع کرتے رہے کہ مت آنا ہم نے بھی خیال کیا کہ معمولی درد ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ کیونکہ والد صاحب یکایک علیل ہوتے اور پھر اچھے ہو جایا کرتے تھے۔ اسی دھوکہ میں ہم رہ گئے۔ ورنہ اڑ کر بھی ان کے پاس پہنچ جاتے۔

۴ر تاریخ کو قریباً چار بجے ٹیلیفون سیٹھ صاحب کے ہاں سے آیا۔ کہ والد صاحب پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ بایاں حصہ متاثر ہو گیا ہے زبان بھی بند ہو گئی۔ یہ یکایک ہی ہو گیا۔ میں اسی وقت روانہ ہو جاتا لیکن چونکہ بیوی بچوں کو ساتھ لے جانا تھا اور بچے سکول سے پانچ بجے کے بعد آتے ہیں اسلئے دوسرے دن صبح کی گاڑی سے جانے کا پروگرام طے کیا۔ لیکن ۵ر تاریخ کو صبح ۴ر بجے پھر ٹیلیفون آیا کہ سانس خراب ہو گئی ہے تم لوگ کب آرہے ہو۔ ہم تو تیار ہی تھے رات بھر کوئی سویا نہ تھا۔ میں نے کہا ہم آرہے ہیں۔ چند گھنٹوں میں روانہ ہو رہے ہیں۔

دراصل والد صاحب کی یہ اطلاع تین بجے علاؤ الدین بلڈنگ میں بھجوائی گئی۔ اور سیٹھ علی محمد صاحب نے ٹیلیفون کیا چونکہ ٹرنک کال تھی اس لئے چار بجے مجھے ملی۔ لیکن اسی وقت والد صاحب کی روح پرواز کر کے اپنے مالکِ حقیقی کے پاس جا چکی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(۵)

آخری باتیں

باوجود فالج کے حملہ کے ان کا دماغ بدستور ہوشیار تھا چنانچہ انہوں نے دو تین دفعہ وقفہ وقفہ سے دائیں ہاتھ سے اشارہ کر کے قلم مانگا اور چند باتیں لکھیں۔

مولوی محمد عبد اللہ صاحب بی ایس سی اور محترم سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ اس حالت میں وہاں گئے تو قلم مانگ کر ان کے نام لکھے کہ میں نے پہچان لیا ہے کہ آپ آئے ہیں۔ پھر قلم مانگ کر لکھا کہ ٹیکسی کا حساب دینا ہے کچھ دوسرے حساب لکھ دئے۔ آخری بات جو وفات سے دو گھنٹے قبل لکھی وہ یہ تھی کہ مجھے امانتاً دفن کرنا اور میرا جنازہ سیٹھ صاحب پڑھائیں۔ اس کے بعد ان کی حالت خراب ہو گئی نزع کی تکلیف شروع ہو گئی۔ یہ حالت کوئی دو گھنٹہ رہی۔ اس کے بعد چند ہلکے سانسوں کے ساتھ زندگی کا رشتہ منقطع ہو گیا۔ اور وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(۶)

ان کے آخری وقت میں رات کے وقت ان کے پاس میری چھوٹی سالی صداقت بیگم اہلیہ مسیح الدین صاحب علاؤ الدین اور ان کے میاں مولوی صالح محمد صاحب حضرت سیٹھ صاحب کا پوتا جس سے ان بہت محبت تھی۔ موجود تھے تین بجے جب سیٹھ صاحب کے ہاں اطلاع گئی تو ان کی بہو عائشہ بیگم اہلیہ سیٹھ یوسف علاؤ الدین صاحب اور سیٹھ یوسف صاحب بھی فوراً آگئے اور ان کا قدیم خادم شریف اسکی بیوی تو موجود ہی تھے۔ یہ سب قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہے اور ان کے منہ میں شہد اور پانی ڈالتے رہے۔ ۴ر بجے جب ان کی روح پرواز کر گئی اس وقت ان کا سر محترمہ ہمشیرہ عائشہ بیگم کی گود میں تھا اور صداقت بیگم ان کے قدموں میں تھی۔ خوش نصیب ہیں یہ لوگ جن کو ایسے بزرگ صحابی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم اور ادنیٰ خادم کی خدمت کا موقعہ ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بے حد جزائے خیر دے آمین ثم آمین۔

(۷)

اس ضمن میں یہ ذکر کئے بغیر مضمون مکمل نہ ہوگا کہ حضرت سیٹھ صاحب کے خاندان کے ہر فرد نے ان کی اس تمام زمانہ علالت میں بے حساب خدمت کی۔ جن میں مکرم صالح محمد، سیٹھ یوسف علاؤ الدین ان کی اہلیہ۔ مکرم مسیح الدین صاحب جو میرے ہم زلف ہیں۔ ان کی بیوی صداقت بیگم جو میری بیوی کی ہمشیرہ ہیں۔ سیٹھ علی محمد صاحب بشیر الدین صاحب علاؤ الدین نے بے حساب خدمت کی۔ ان کی ہر آواز پر بھاگے آتے۔ ڈاکٹروں کو لاتے اور ہر قسم کا آرام پہنچاتے حضرت سیٹھ صاحب بھی اکثر آتے اور ان کی بیگم صاحبہ دعاؤں سے مدد کرتیں۔ ان کا یہ احسانِ عظیم ہمارے خاندان پر ہے جس کے لئے ہم دل سے شکرگزار ہیں۔ سیٹھ صاحب کے پوتے صالح محمد سے بے حد پیار تھا۔ اور اس کا مظاہرہ انہوں نے اس طرح کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کتاب کا پورا مسودہ ان کو دیا جو کہ ان کے خاندان میں بطور تبرک رہے گا۔ اباجی اس معاملہ میں اتنے محتاط تھے کہ کبھی ذکر ہی نہ کرتے تھے۔ اور ہم میں سے کسی کو کوئی ایسی متبرک چیز نہ دی۔ لیکن صالح محمد کی خوش قسمتی پر رشک آتا ہے کہ وہ ان سے وہ چیز حاصل کر سکا جو ان کو اپنی جان اور اولاد سے بھی عزیز تھی عائشہ بیگم کو اپنی بیٹی کہتے تھے۔ اور انہوں نے بیٹی کی طرح خدمت کر کے ان کی بے حساب دعائیں لیں اللہ قبول فرمائے آمین۔

ایک بات رہ گئی۔ حضرت سیٹھ صاحب کو ۳ر دسمبر کو چٹھی لکھ کر بلایا۔ وہ آئے ان سے مصافحہ کیا گلے ملے حضرت سیٹھ صاحب نے اپنی انگلی سے ان کے سینے پر یا شافی یا کافی لکھا۔ دونوں دوست محبت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اور سیٹھ صاحب کو خدا حافظ کہہ کر روانہ کیا۔ یہ ملاقات کہتے ہیں بڑی رقت آمیز تھی۔

الغرض وصیت کے مطابق حضرت سیٹھ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور امانتاً دفن کیا گیا۔ پھر قبرستان میں جماعت حیدرآباد کے احباب جو جنازہ میں شرکت کے لئے بعد میں آئے تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور صالح محمد علاؤ الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بھی انہی کی خواہش تھی کہ یا صالح محمد صاحب جنازہ پڑھائیں۔ یا سیٹھ صاحب۔ ان دونوں احباب نے وہ وصیت پوری کر دی۔

بعد از غسل ان کے چہرہ مبارک پر بے حد نور تھا۔ چہرہ چمک رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سو رہے ہیں۔ چہرے پر فالج کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔ نماز جنازہ سے قبل حضرت سیٹھ صاحب نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اسی طرح مکرم صالح محمد صاحب نے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان کے قدیم خادم شریف اور اس کی بیوی نے ان کی بے حساب خدمت کی۔ اتنی کہ شائد ہم بھی نہ کر سکتے۔ اس کے متعلق ان کی بار بار وصیت تھی کہ میرے بعد شریف کو نظر انداز نہ کرنا۔ اس کو تین ماہ کی تنخواہ دینا۔ اس کی نوکری کا بندوبست کرنا۔ چنانچہ یہ وصیت حرف بحرف پوری کر دی گئی۔ شریف اب میرے پاس رہے گا۔ تین ماہ کی تنخواہ اس کو دے دی گئی۔ یہ دونوں میاں بیوی اس طرح روتے تھے کہ ان کا باپ فوت ہو گیا ہے۔ والد صاحب باوجود سخت طبیعت کے جو بہت جلد منتقل ہو (بقیہ صفحہ پر)

منقولات

"مسلمان" کی تعریف

ایک غیر جانبدار ہندی مبصر کے قلم سے

ذیل کا قیمتی مضمون عنوانِ بالا سے اخبار صدق جدید لکھنؤ کی ۶ر و ۲۰ر دسمبر ۵۷ء کی اشاعتوں میں شائع ہؤا ہے۔ مضمون کے آخر میں مندرج مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی مدیرِ صدق کا مختصر مگر پر حقیقت نوٹ خاص طور پر قابلِ غور ہے!! (ایڈیٹر)

یاد ہوگا کہ مغربی پاکستان میں جو ایجی ٹیشن قادیانیوں کے خلاف ہؤا۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ مارشل لا لگا۔ علماء جیل میں ڈالے گئے۔ ایک تحقیقاتی عدالت قائم ہوئی۔ جس میں بہت سے علماء (اہلحدیث۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ شیعہ) نے شہادتیں دیں۔ عدالت نے سب سے پوچھا کہ اسلام کی رو سے لفظ "مسلم" کی تعریف کیا ہے۔ عمر بھر درس و تدریس اور فتویٰ دینے والے علماء اس سوال پر بہت چکرائے۔ بشکل سے جواب دے سکے اور متضاد جوابات دیکر خود ایک دوسرے کی تکذیب کر بیٹھے۔ کوئی ضروریاتِ دین کی حد تک گیا ہے۔ جو شخص ضروریاتِ دین کو مانے وہ مسلمان ہے۔ مگر ضروریاتِ دین کیا ہیں؟ ان کی فہرست کوئی عالم پیش نہ کرسکا۔ چند علماء نے نیا کہہ کر پیچھا چھڑایا کہ عدالت نے اس سوال پر غور کرنے کی مہلت نہیں دی۔ گویا ساری عمر مسلمان کی تعریف سے بے نیاز اور غافل رہے اور غفلت میں لاکھوں بندگانِ خدا کو کافر بنا ڈالا۔ حال میں سنی شیعہ جھگڑے چلے جس میں کئی جانوں کا اتلاف ہؤا۔ نہ معلوم آئندہ کیا ہو۔ ہم ذیل میں لفظِ "مسلم" کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ شائد اس سے پاکستان کے علماء کوئی فائدہ اٹھا سکیں۔ اور انہیں لفظِ مسلم کی تعریف کے لئے کچھ مواد مل جائے۔

(۱)

لاہور کے معاصر آزاد نے سوال اٹھایا ہے کہ جب صدرِ مملکت کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے تو لفظ مسلمان کی آئینی تعریف بھی قانون میں شامل ہونی چاہیئے۔ اور جبکہ رائے دہندوں کو مسلمان اور نا مسلمان کے خانوں میں تقسیم کیا جارہا ہے مسلمان کی تعریف اور بھی ضروری ہوگئی ہے۔ ورنہ رائے دہندوں کی تقسیم بالکل بے کار ہوجائے گی۔ اور فلاں فرقہ کو بھی مسلمانوں میں شامل کرلیا جائیگا۔ (روزنامہ آزاد ۱۸ر نومبر ۱۹۵۷ء)

بے شک لفظ "مسلمان" کی تعریف ضرور ناتج ہونی چاہیئے۔ مگر اس کی تعریف علماء کرام ہی فرمائیں گے تو ہوگی۔ اس کے صرف دو طریقے ہوسکتے ہیں۔ اول یہ کہ جس فرقہ کو اسلام سے خارج کرنا یا اسے کافر قرار دینا ہو اسے پہلے ذہن میں محفوظ رکھیں اور پھر "مسلمان" کی کوئی ایسی تعریف نکالیں جس میں صرف وہی فرقے داخل ہوسکیں جن کو تعریف کرنے والے داخل کرنا چاہیں۔ مگر یہ طریقہ اختیار کرنے سے علماء کو بڑا تکلف کرنا ہوگا۔ پہلے سے مسلمان کی تعریف کئے بغیر یہ فیصلہ کرلینا کہ فلاں فرقہ اسلام سے خارج ہے۔ اور پھر اپنی خواہش کو پورا کرنے کیلئے کتاب و سنت کے ساتھ زور آزمائی کرنا بڑی محنت اور ساتھ ہی بڑی بد دیانتی چاہتا ہے۔ اگر ہر فرقہ نے دوسرے فرقہ کو اسلام سے نکالنے کے لئے لفظ مسلمان کی کوئی من مانی تعریف کی تو کسی ایک تعریف پر بھی اتفاق نہ ہوسکے گا اور نتیجہ میں کوئی فرقہ بھی مسلمان ثابت نہ ہوگا۔ لیجئے میدان صاف اور لفظ مسلمان کی تعریف متعلق روز روز کے جھگڑوں سے نجات اور مسلمان درگور اور مسلمانی در کتاب۔

دوسرا طریقہ یہ کہ کتاب و سنت کے الفاظ میں پہلے سے فیصلہ کئے بغیر ایمانداری سے مسلمان کی تعریف تلاش کرلی جائے نہ تو ذہن میں یہ ہو کہ فلاں فرقہ کو ضرور مسلمان ثابت کرنا ہے۔ نہ یہ کہ فلاں فرقہ کو اسلام سے نکالنا ہے۔ کتاب اللہ اور اقوالِ پیغمبر سے ان ہی کے الفاظ میں مسلمان کی تعریف اخذ کرلی جائے۔ اور اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے کہ اس کی رو سے کون مسلمان اور کون کافر قرار پاتا ہے۔ جو فرقہ بھی اس تعریف میں آتا ہو اسے آنے دو۔ اور جو اس سے نکلتا ہو اسے نکل جانے دو۔ نہ تو کسی کو زبردستی داخل کرو اور نہ زبردستی نکالو۔ اگر کوئی تعریف سب کو اسلام کی آغوش میں لیتی ہے تو تم بھی اسے گلے لگاؤ۔ اور اسے دھکے دینے کی کوشش نہ کرو۔

(۲)

کتاب و سنت میں لفظ مسلم کی کوئی متفق علیہ تعریف موجود ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ علماء کرام نے کتاب و سنت کا گہرا مطالعہ اور اس کا منشا معلوم کرکے ایک عقیدہ مقرر کیا ہے۔ اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس عقیدے کو سچے دل سے مانتا ہے وہ مسلمان ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی فرقہ سے ہو۔ وہ عقیدہ یہ ہے:—

میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر۔ اس کے رسولوں پر آخرۃ کے دن پر اور اس بات پر کہ خیر و شر کا وہی مالک ہے اور اس پر کہ مرنے کے بعد جینا برحق ہے۔ ایمان لاتا ہوں۔

اگر یہی عقیدہ ایک مسلم کی کسوٹی ہے تو ہر فرقہ سے پوچھو کہ وہ اس عقیدہ کی تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر ایمان رکھتا ہے تو اسے مسلمان سمجھو اور تفصیلات کو علام الغیوب کے حوالہ کرو۔ کسی کو حق نہیں کہ پھر ایسے فرقہ کو اسلام سے خارج کردے۔ اور اس عقیدے کو بے اثر اور بے نتیجہ بنادے۔

اگر اس استدلالی اور استنباطی عقیدہ سے کام نہیں چل سکتا تو پھر کتاب اللہ سے کتاب اللہ کے الفاظ میں پوچھو۔ اور قرآن کریم سے لفظ مسلم کی تعریف نکالو۔ قرآن ہر زمانہ میں بولنے والی کتاب ہے۔ ناممکن ہے کہ ضرورت کے وقت وہ ہمیں لفظ مسلم کی تعریف سے آگاہ نہ کرے۔ اور ہمیں مسلمان کی تعریف نہ بتا سکے۔ ہم نے جب اس مقصد کے لئے قرآن حکیم سے پوچھا تو اس نے بتایا۔

(۱) مومن وہ ہیں کہ ذکرِ الٰہی کے وقت ان کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور جب آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ اور وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور خدا کے بخشے ہوئے رزق کو خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں سچے ایمان والے۔[1]

(۲) اگر وہ تمہاری بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ یہ قرآن خدا کے علم کے مطابق اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم مسلمان ہو؟[2]

(۳) اور ہم نے حواریوں کو وحی کی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں۔ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔[3]

(۴) کہدو کہ مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے پس کیا تم اسلام قبول کرتے ہو؟[4]

(۵) اگر وہ تائب ہوکر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔[5]

(۶) پس تم اللہ اور اس کے نبی امی کی رسالت پر ایمان لاؤ۔ جو خود بھی اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے۔ اور تم اس کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔[6]

اب خواہ آپ کسی ایک آیت سے لفظ "مسلم" اور مومن کی تعریف اخذ کریں یا تمام آیات کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالیں خلاصہ یہی ہے کہ جو شخص خدا کی توحید اور صاحب قرآن کی رسالت کا قائل ہے نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ سچا مومن ہے۔ مسلمانوں کا بھائی ہے۔ ہدایت یافتہ ہے اور حواری تو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاکر لوگوں کو گواہ بناتے ہیں۔ کہ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ!

(۳)

قرآن کے بعد صاحب قرآن کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو مسلم قرار دیا ہے۔

(۱) حضرت جبرئیل نے پوچھا ایمان کیا ہے؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اللہ کے فرشتوں پر اس کی ملاقات پر اس کے رسولوں پر۔ دوسری زندگی پر یقین کرو۔ فرشتہ نے پوچھا اور اسلام؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو رمضان کے روزے رکھو (بخاری کتاب الایمان)

(۲) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی شہادت کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کا قیام۔ زکوٰۃ کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج۔ رمضان کے روزے (بخاری کتاب الایمان)

(۳) جس شخص نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو مانا۔ اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ (مشکوٰۃ)

مسلم کی تعریف میں قرآن نے جو کچھ بتایا ہے کیا صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسری راہ اختیار کی؟ ایمان کی تعریف میں اور مسلم کی تعریف میں اسلام کی بنیادیں کیا ہیں؟ اس کا اجمال قرآن میں اور تفصیل صاحب قرآن کے فرمان

---

[1] انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانًا وعلٰی ربھم یتوکلون۝ الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقناھم ینفقون۔ اولٰئک ھم المؤمنون حقًا۝ (انفال ع ۱)

[2] فالّم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ وان لا الٰہ الا ھو فھل انتم مسلمون۔ (ھود ع ۲)

[3] واذ اوحیت الی الحواریین ان اٰمنوا بی وبرسولی قالوا اٰمنا واشھد باننا مسلمون۝ (المائدہ ع ۱۵)

[4] قل انما یوحٰی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فھل انتم مسلمون۝ (الانبیاء ع ۷)

[5] فان تابوا واقاموا الصلوۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین۔ (توبہ ع ۲)

[6] فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون۔ (اعراف ع ۲۰)

(باقی)

میں پس جو شخص جو فرقہ ایمان و اسلام کی ان تمام باتوں کو مانتا ہے۔ وہ سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر کسی کو اسلام سے خارج کرے۔ اور کتاب اللہ اور ارشاداتِ رسولؐ سے تجاوز کر کے صرف اپنے اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات اور احادیث مسلم کی تعریف میں کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ کچھ اور آیات اور احادیث ہیں جو لفظ مسلم کی تعریف میں قولِ فیصل کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ آیات اور احادیث پیش کرو اور ان میں اپنی طرف سے کچھ نہ ملاؤ مطلب یہ ہے کہ اسلام سے اس فرقہ کو خارج کرو جسے کتاب اللہ اور اقوالِ رسول اللہ خارج کریں۔ اور ان فرقوں کو مسلمان سمجھو جن کو خدا اور رسول مسلمان قرار دیں۔ ایک حرف کی کمی بیشی نہ کرو۔ الفاظ اور ان کا صحیح مفہوم جوں کا توں رہنے دو۔ اور پھر دیکھو کہ اسلام میں کون داخل ہوتا اور اس سے کون خارج ہوتا ہے۔

اس موقعہ پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

"—— بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا۔ وہ احمق سی کوئی حبشیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اور دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی۔ آپؐ نے ان صاحب سے فرمایا لے جاؤ یہ مسلمان ہے۔ اللہ اکبر! اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہیں۔ آپؐ اسلام کیلئے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دینا کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک آج کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ نسفی کے بندھے ہوئے عقائد پر حرفاً حرفاً آمنت نہ کہتا جائے۔" (رسالہ اہل سنت والجماعت ص۱۵)

(۴)

اسلام اور ایمان کے مقابلہ میں کفر اور انکار ہے۔ جو مسلمان نہیں وہ نامسلمان ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مسلمان کون ہے۔ اور اس کے لئے کن باتوں کا ماننا ضروری ہے پس جس شخص کو ان باتوں سے انکار ہے۔ وہ نامسلمان ہے یہ بات اتنی واضح ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم وضاحت کے لئے یہ کہنا شاید نامناسب نہ ہوگا کہ کفر کی بنیاد انکار و تکذیب ہے التاویل فرع القبول (تاویل قبول و تسلیم ہی کی ایک شکل ہے) امام غزالی فرماتے ہیں —— اما الوصیۃ فان تکف لسانک عن تکفیر اھل القبلۃ ما امکنک ما داموا قائلین لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ غیر مناقضین لہا۔ والمناقضۃ تجویزھم الکذب علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعذر او بغیر عذر فان التکفیر فیہ خطر والسکوت لاخطر فیہ۔ (التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۵۶)

میری نصیحت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اہلِ قبلہ کی تکفیر سے اپنی زبان کو روکو۔ جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے قائل ہیں۔ اور اس کا خلاف نہ کریں۔ اور خلاف یہ کہ حضور صلعم کو کسی عذر یا بغیر عذر کے کاذب قرار دیں۔ کیونکہ کسی کو کافر کہنے میں بڑے خطرات ہیں۔ اور سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

چونکہ امام صاحب نے مسئلہ تکفیر کی گہری ریسرچ کی ہے۔ اور کتاب التفرقہ اسی موضوع پر لکھی ہے۔ اس لئے انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ مسلمانوں کے فرقے جب ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ تو اس کے لئے انکار و تکذیب ہی کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ مگر جب تک قائل خود انکار نہ کر دے اور اپنی طرف سے تکذیب کا یقین نہ دلائے اسے مکذب و مکفر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ امام صاحب فرماتے ہیں۔

"—— ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تکفیر کرتا ہے۔ اور اس پر رسول کی تکذیب کی تہمت دھرتا ہے۔ حنبلی اشعری کو کافر کہتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کے لئے اوپر کی جہت اور عرش پر بیٹھنے کی تکذیب کی ہے۔ اور اشعری حنبلی کو اس لئے کافر کہتا ہے کہ وہ خدا کی تشبیہہ کا قائل ہے۔ حالانکہ رسول نے تو لیس کمثلہ کہا ہے۔ اس لئے کہ وہ رسولؐ کی تکذیب کرتا ہے اور اشعری معتزلی کو اس بناء پر کافر بناتا ہے کہ اس نے خدا کے دیدار ہونے اور خدا میں علم و قدرت اور دیگر صفات کے قائم بالذات ہونے سے انکار کرنے میں رسول کی تکذیب کی ہے۔ اور معتزلی اس خیال سے اشعری کو کافر بناتا ہے کہ صفات کو عین ذات نہ ماننا تکثیر فی الذات ہے اور توحید باری کی تکذیب رسول اللہ کی تکذیب ہے" (التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۳۳)

یہ سطور اہل پاکستان کے ان علماء کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جو حکومت سے لفظ "مسلم" کی تعریف کرانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ تعریف سے پہلے ہی بعض فرقوں کو خارج از اسلام قرار دینے کیلئے بے چین ہیں۔ اور تعریف بھی ایسی من مانی کرانا چاہتے ہیں کہ جن کو وہ مسلمان کہنا نہیں چاہتے وہ مسلمان ثابت نہ ہوں اس الجھن کو دور کرنے کے لئے یہ سطور پیش کی جا رہی ہیں۔

صدق۔ ناظرین یقین فرمالیں کہ مضمون نگار صاحب نہ "قادیانی" ہیں۔ نہ "رافضی" نہ "وہابی" نہ "بدعتی" نہ "پرویزی" نہ "چکڑالوی" نہ "خارجی" نہ "مودودی" بلکہ "حنفیہ" اہل سنت ہیں جمیعۃ علماء سے تعلق رکھنے والے ہیں

——*——

بقیہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی علالت اور وفات کے مختصر حالات

جاتی تھی تشریف کیلئے ہمیشہ باعث احترام تھے اللہ اس کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

(۸)

ہم جب سکندر آباد سے واپس آئے تو ڈاکیہ ہماری غیر حاضری میں ان کا آخری خط ڈال گیا تھا جو مسیح الدین صاحب سے لکھوایا گیا تھا۔ کیونکہ یہ ان ایام بیماری میں ہر وقت وہاں رہتے تھے۔

اس میں لکھا تھا کہ میری طرف سے سب کو خدا حافظ۔ میرے بچوں کے نام سے لکھا ڈاکٹر نعیمہ کو میرا خدا حافظ۔ (میری یہ بڑی بچی ہے جو ایف ایس سی میں تعلیم پا رہی ہے۔ وہ اس کو ڈاکٹر دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے اس کو ڈاکٹر نعیمہ کہتے تھے) بچے کے لئے انجینیرنگ تجویز کی تھی۔ اس کے لئے لکھا کہ انجینیر فیروز عرفانی کو خدا حافظ مجھے اور میری بیوی کو خدا حافظ لکھا۔ اور دعائیں۔ نیز لکھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آ جانا۔ اور میرے بچوں کو ساتھ لانا۔ جنازہ میں شرکت کرنا۔ مجھے امانتاً دفن کرنا۔ اور مجھے قطعہ صحابہ قدیم میں دفن کرنے کا بند و بست کرنا۔

نیز لکھا کہ:-

وصیت کا میں نے کچھ نہیں دینا آخیر میں لکھوایا تم پر سے قربان تمہارا ابا عرفانی الاسدی۔

ایک نہایت اہم وصیت یہ کی کہ "خلافت کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہنا" خلافت کے ساتھ تو ہم اللہ کے فضل سے وابستہ ہی ہیں لیکن یہاں میں عہد کرتا ہوں کہ انشاء اللہ خاندانِ عرفانی ہمیشہ ہمیش خلافت سے وابستہ رہتا چلا جائے گا خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد کی عزت و احترام مدنظر رکھے گا۔ اور اپنے آپ کو اس مبارک خاندان کے خادم زادے ہونے پر فخر کرتا رہے گا۔ یہ ایسی سعادت ہے جس پر ہم جتنا فخر کریں کم ہے۔ ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہمیشہ ہم پر نظر کرم رہی ہے۔ اللہ پاک ان کے وجود بابرکات کو رہتی دنیا تک سلامت رکھے اور ہم ان کے فیوض سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔ آمین۔

حرفِ آخر

والد صاحب بڑے خوش نصیب انسان تھے ان کو دنیا کی ہر نعمت اللہ پاک نے عطا کی اور بافراغت عطا کی۔ پھر دین کی نعمت سے بھی ان کو قابلِ رشک حد تک نوازا۔ الحمد للہ۔ یہاں تک کہ ان کو ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت حاصل ہوئی۔ اور ایک ادنیٰ خادم کی طرح حضور کے قدموں میں رہنے کے بیش از بیش مواقع ملے۔ حضور کے کلماتِ طیبات کو قلم بند کرنے اپنے اخبار الحکم کے ذریعہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کرنے کا فخر حاصل ہوا۔

دنیاوی دولت بھی بے حساب کمائی اور پاک اور حلال طریق سے کمائی اور لٹائی۔ اپنی خانگی زندگی میں ان کو ایسی رفیقہ حیات ملی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اولاد بھی کثیر پائی۔ سات بیٹے اور تین بیٹیاں اللہ نے ان کو دیں۔ جن میں سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ان کی زندگی میں عالمِ جوانی میں داغِ مفارقت دے گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا۔ لیکن انہوں نے صحیح معنوں میں ایک مومن کا دل پایا تھا۔ انہوں نے جس صبر و رضا کا نمونہ ان مواقع پر دکھایا وہ بہت کم دیکھنے میں آئے گا۔ انہوں نے اپنی تین نسلیں دیکھیں۔ اس وقت وہ اپنے پیچھے اپنی تین نسلیں چھوڑ گئے ہیں۔ جن میں چار بیٹے۔ پانچ بہوئیں۔ ۷ پوتے۔ ۸ پوتیاں۔ ایک نواسہ۔ ۲ نواسیاں۔ تیسری نسل میں ۳ پڑپوتے ۲ پڑپوتیاں۔ ۲ پڑنواسے۔ ۳ پڑنواسیاں۔

آخیر میں میں جملہ احباب کرام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہم سب کے ساتھ اس صدمہ عظیم میں ہمدردی کر کے ہمارے صدمے کو کم کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

اور والد صاحب کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی درخواست کے ساتھ اس کو ختم کرتا ہوں۔ رہے نام اللہ کا۔

پیغامی قولِ سدید کی حقیقت

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی)

انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع کردہ ایک کتاب "قولِ سدید" مصنفہ جناب شکر اللہ خاں صاحب منصور بی اے ایل ایل بی میرے پاس پہنچی ہے مصنف نے پوری کوشش کی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی حقیقت قطعاً سامنے نہ آسکے۔ کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ

حضرت مرزا صاحب قادیانی کے خلاف دعویٰ نبوت کا الزام کی صحت وعدم صحت کے متعلق میں نے ایک طویل عرصہ پر مشتمل وسیع تحقیق کی "

پھر لکھتے ہیں کہ

"قادیانی احمدیوں کا حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننا اور مدعی نبوت قرار دینا ازحد منتجیا نہ ہے۔ کیونکہ آپ کی تمام تحریریں کثیر التعداد اور ایسے اقوال۔ اقرارات اور اعلانات سے بھر پور ہیں جن سے قادیانی احمدیوں کے عقیدہ کی پُر زور تردید اور تغلیط ہوتی ہے"

حالانکہ اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر جناب مولوی محمد علی صاحب سابق امیر اہل پیغام اور ان کی پارٹی بہت زیادہ زیر الزام ہیں۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نبی کا لفظ بار بار اپنی تحریرات میں استعمال کرتے رہے اور آپ کو زمرۂ انبیاء میں داخل کرتے رہے یا مولوی صاحب کی ان تحریرات کو دیکھ کر بھی خاموش رہے۔ اور ایک حرف بھی ان کے خلاف ان کی زبان یا قلم سے اس وقت نہ نکلا۔

مصنف صاحب نے اس کتاب میں جا بجا "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام" لکھنے کی بجائے جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے عام طور پر صرف "مرزا صاحب" لکھنے پر ہی اکتفاء کی ہے۔ اس سے ان کے حسن عقیدت اور اخلاص کی حقیقت ظاہر ہے چنانچہ مصنف صاحب اس کے متعلق خود ہی تحریر فرماتے ہیں:-

"مقالہ ہذا میں ہر جگہ "مرزا صاحب" سے مراد مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں"

کیوں نہ ہو۔ بزعم خود یہی لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیح مشن کے علمبردار ہیں اور انہوں نے ہی آپ کا صحیح مقام جسے ان کے خیال میں قادیانیوں نے غلو کر کے بڑھایا تھا دنیا کو دکھایا ہے۔

علاوہ ازیں مصنف نے جا بجا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور آپ کی جماعت کے متعلق عامیانہ اور گرے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"اللہ کی شان اور نیت کی کجی کا نشان۔ الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے" ص۳۹۶

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

"انہوں نے اپنے عوام کو کیونکر یہ منوا ڈالا اور یہ زہر کھلا ڈالا کہ اس نبی نام پانے سے مراد فی الواقعہ نبی ہونا اور نبی ہونے کا مدعی ہونا ہے۔ انصافاً کہنا چاہئے اور خالصۃً للہ ہونا چاہئے کیا یہ زبردستی زیادتی اور ظلم نہیں جو بیچارے پہلے ہی ناواقف اور نابلد ہیں ان کو مزید دھوکہ فریب اور مغالطہ کے بحر ناپیدا کنار میں غوطے دینا یہ یقیناً ظلم ہے" ص۳۷۲

غرضیکہ اس قسم کی بہت سی تحقیر آمیز عبارتیں نقل کی جا سکتی ہیں۔ اس کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ:-

"اس تحریر سے میری نیت میں .... کسی شخص کی کسر شان یا توہین یا دل آزاری ہرگز مقصود و خاطر نہیں اور میں نے درشت کلمات اور سخت فقرات سے اجتناب کی ہر ممکن کوشش ملحوظ نظر رکھی ہے۔ اس کے باوجود عین ممکن ہے کہ اس تحریر کے بعض الفاظ و فقرات بعض حضرات کے دلوں پر ناگوار گزریں۔ کیونکہ اس میں ایک عقیدہ کی تردید و ابطال کا معاملہ ہے" ص۱۰

حالانکہ کسی کے مذہب کی تردید کیلئے یہ ضروری نہیں کہ ایسے الفاظ و فقرات ضرور استعمال کئے جائیں جن سے اسے تکلیف ہو۔ انسان دوسرے کے مذہب کی تردید کے وقت اس کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے ہوئے احسن طریق اختیار کر سکتا ہے اور وجادلھم بالتی ھی احسن میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔

بہرحال ان کی کتاب جہاں دل آزاری اور دشنام دہی سے بھری پڑی ہے وہاں جھوٹے اور بناوٹی حوالوں کا ایک پلندا ہے۔ اور صحیح طور پر اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے عمداً دیانت داری سے منہ پھیر کر جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو سکا اصلیت اور حقیقت سے اغماض کیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ پر من گھڑت باتوں کے تودوں کے تودے کھڑے کر دئے ہیں جس سے کتاب کا حجم تو بڑھ گیا ہے لیکن کام کی بات کچھ بھی بیان نہیں ہوئی۔

صحیح طریق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دیانت داری سے کسی بات کی تردید کرنا چاہتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ مخالف کی اصل بات کو سامنے رکھ کر منقولی و معقولی رنگ میں جس طرح بھی چاہے تردید کرے۔ نہ کہ اپنے پاس سے مفروضے گھڑ کر ان کی تردید کر کے اپنی بہادری دکھانی شروع کر دے اس کا نام تردید نہیں بلکہ کتمانِ حق ہے۔

مثلاً نبی نام کی تخصیص پر اہل پیغام کا اعتراض تھا کہ صرف نام کچھ چیز نہیں۔ اس کے خدا کی طرف سے ملنے سے کوئی نبی نہیں بن جاتا۔

اس کا جواب حقیقۃ النبوت میں انہیں یہ دیا گیا کہ جب کسی کو خدا کی طرف سے کوئی نام ملتا ہے تو اس سے مراد وہ عہدہ ہوتا ہے نہ کہ نام بلا عہدہ۔ کیونکہ نام میں عہدہ بھی شامل سمجھا جاتا ہے نہ کہ اس سے الگ۔ خدا جب کسی کو نام دیتا ہے تو حقیقت کی بناء پر دیتا ہے۔

اب اس کا جواب تو کوئی نہ دے سکے مگر حقیقۃ النبوت میں سے صرف اس قدر فقرہ کہ "نام پانا دعویٰ نہیں کہلاتا" ص۲۷۱ نقل کر کے بغلیں بجانے لگے۔ کہ دیکھو خود میاں صاحب یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ نام پانا دعویٰ نہیں کہلاتا۔ یہ ہے ان کے جواب کی حقیقت اور یہ ہے ان کی دیانت داری۔ ہم ان بھلے مانسوں سے پوچھتے ہیں کہ کیوں صاحب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی طرف سے نبی کا نام ملا ہے تو اس نام پانے کی وجہ سے وہ نبی ہوئے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ان کی نبوت سے انکار کا اعلان کیجئے۔ اور اگر ہیں تو کس طرح جس طرح حضرت مسیح نبی کا نام پانے کی وجہ سے نبی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کا نام پانے کی وجہ سے کیوں نبی نہیں؟ اس سے ظاہر ہے کہ مصنف قول سدید نے حقیقۃ النبوت کی عبارتوں کے منشاء کو بگاڑ کر من گھڑت خیالات کی تردید کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ بڑے محقق ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حوالجات کی نقل میں بھی انہوں نے دیانت داری سے کام نہیں لیا۔ اور اس قسم کی قطع و برید کی مثالیں جا بجا موجود ہیں۔ حوالجات کی ایسے رنگ میں کانٹ چھانٹ کی ہے کہ ان کا مطلب خبط ہو گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی مثال سے بالکل واضح ہے۔

پھر مصنف صاحب نے بعض حقائق کو چھوا تک نہیں۔ اور نہ ہی انہیں وہ زیر بحث لائے ہیں۔ حالانکہ وہ بحث کا ضروری حصہ تھے ان کا فرض تھا کہ ان کا بھی جواب دیتے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا وہ جواب صحیح ہوتا یا حقیقت سے دور۔

مثلاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ نبی دو قسم کے ہیں۔ صاحب شریعت اور غیر صاحب شریعت شریعت والے نبی نہیں آسکتے۔ اور بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے۔

اب اگر ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر صاحب شریعت نبی بمعنی "صرف مجدد" ہیں تو ان کا فرض تھا کہ وہ اس حوالہ کا بھی جواب دیتے جس میں حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

میں اسی طرح امورِ غیبیہ کی وجہ سے نبی کہلاتا ہوں جس طرح کہ بنی اسرائیل میں بہت سے نبی ہوئے جو صرف پیشگوئیاں کرتے تھے۔

تو کیا اب صرف پیشگوئیاں کرنے کی وجہ سے انہیں صرف لغوی نبی ہی قرار دیں گے جس سے مراد ان کی صرف محدث۔ مجدد ناقص نبی وغیر نبی ہے یا انہیں بھی زمرۂ انبیاء میں داخل کریں گے۔ اگر دوسری صورت ہے تو حضرت اقدس علیہ السلام کو پیشگوئیوں کی وجہ سے کیوں صرف مجدد، محدث، ناقص نبی ولغوی نبی بمعنی غیر نبی قرار دیتے ہیں۔

افسوس مصنف "قول سدید" نے حقیقۃ النبوت میں اس بحث کو پڑھ کر بھی اس طرف توجہ نہ کی۔ اور کرتے بھی کس طرح جب کہ اس کے متعلق جعلی جواب بنانے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ اس کے ذکر سے ہی اصلی حقیقت ظاہر ہو سکتی تھی۔

اسی طرح انہوں نے ایک غلطی کے ازالہ کی وہ عبارت جس میں آپ نے نبی کے معنی بیان فرماتے ہوئے نبوت کا نام تحدیث ہونے سے انکار فرمایا ہے۔ کوئی بحث نہ کی۔ بلکہ اُسے چھیڑا تک نہیں۔ کیونکہ یہ چیز ان کے مدعا کے صریح خلاف تھی۔

سوال پیدا ہوتا تھا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی اگر آپ کا نبوت کا دعویٰ نہ تھا تو آپ نے جس طرح ۱۹۰۱ء سے قبل نبی کے لفظ کے متعلق یہ لکھ دیا تھا کہ اسے کاٹا ہوا سمجھ لیں اس سے مراد صرف ناقص اور جزئی نبی ہے۔ تو حضور نے اپنی دیگر وضاحتوں میں یہ کیوں نہ لکھا کہ میں یہ جواب دے چکا ہوں۔ کہ نبی کا لفظ کاٹا ہوا سمجھیں۔ اور اس سے مراد صرف ناقص اور غیر نبی ہے۔ نہ کہ نبی۔

اس سوال کا جواب مصنف صاحب "قول سدید" یہ دیتے ہیں کہ آپ یہ جواب پہلے دے چکے ہوئے تھے دوبارہ یہ جواب دینے

کی نوبت نہ آئی "بوجہ عدم ضرورت" صفحہ ۱۶۔

حالانکہ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی نبوت کے متعلق وضاحت کی ضرورت آپ کو بار بار پیش آتی رہی۔ اور آپ بار بار مفصل طور پر اسکی وضاحت فرماتے رہے۔ جیسا کہ آپ کی متعدد تحریرات اس پر گواہ ہیں۔ مگر آپ نے ہمیشہ ہی اسی ترمیم کے خلاف وضاحت فرمائی۔ اور کسی ایک موقع پر بھی یہ نہ فرمایا کہ میری یہ ترمیم قائم ہے۔ میں ناقص اور جزئی نبی ہوں۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ نبی کا لفظ میرے متعلق کاٹا ہوا ہی سمجھا جائے۔ اس طرح بات ختم ہو جاتی۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نے ۱۹۰۱ء کے بعد ایسا جواب کبھی نہیں دیا۔ بلکہ یہی لکھتے رہے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ البتہ مستقل و تشریعی والی نبوت سے انکار ہے۔

پھر مصنف کے منطقیانہ استدلال نہایت ہی انوکھے اور قابلِ تعجب ہیں۔ حیرت آتی ہے کہ انہیں ایسے جواب بنانے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ کیا ایک ایل ایل بی سے صرف ایسی ہی باتوں کی توقع ہونی چاہئے مثلاً اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر اتمام حجت کے لئے آپ کو مسیح پر فضیلت دی مگر آپ نے اسے اس خیال سے کہ وہ نبی ہیں میں نبی نہیں اس فضیلت کو جزئی فضیلت قرار دے دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے عیسائیوں پر اتمام حجت نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خیال پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر آپ کو نبی قرار دے کر مسیح پر تمام شان میں فضیلت دی۔ جس پر آپ نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح پر تمام شان میں افضل قرار دیا ہے۔ اور لکھا کہ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر۔ اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

اس پر جناب مصنف صاحب قول سدید تحریر فرماتے ہیں کہ

"اگرچہ ان دونوں فضیلتوں میں اختلاف ہے مگر دونوں جزوی فضیلتیں ہیں" صفحہ ۲۱

مگر مصنف قول سدید کے نزدیک پہلے بھی جزئی فضیلت تھی اور اس بیان کے بعد بھی جزئی فضیلت ہی رہی۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ نہ آپ کو مسیح پر کلی فضیلت دی گئی۔ اور نہ اس فضیلت کے ذریعہ سے مسیحیوں پر اتمام حجت کیا گیا۔

دوسرے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضور کے نزدیک مسیح پر جزئی فضیلت تھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موسیٰ علیہ السلام پر جزئی فضیلت تھی۔ جو حقیقۃً کوئی فضیلت نہیں۔ حالانکہ یہ بات واقعات اور آپ کی تحریرات کے خلاف ہے۔

سوم انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"خدا جانے قادیانی حضرات مغالطہ میں کیوں پڑتے ہیں۔ کلی فضیلت اس صورت میں مراد ہو سکتی تھی جب آپ یہ فرماتے کہ آپ "ہر شان میں" بڑھ کر ہیں۔ لیکن آپ کا ہر شان کی بجائے "اپنی تمام شان" کے الفاظ لکھنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی مراد کلی فضیلت کا اظہار کرنا نہیں۔" صفحہ ۲۰

قربان جائیے اس استدلال پر کہ مصنف صاحب کے نزدیک "تمام" کے معنی تو کُل کے نہیں بلکہ جزء کے ہیں۔ لیکن اگر "ہر" کا لفظ ہوتا تو اس کے معنی کل کے ہوتے۔

اسی طرح ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ امتی نبی سے مراد بعض شان میں نبی ہے۔ نہ کہ تمام شان میں نبی۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ حضرت اقدس نے خود تحریر فرمایا ہے کہ آپ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہیں۔ لہٰذا مصنف صاحب کے نزدیک پہلو سے مراد بعض شان میں نبوت ہے۔ نہ کہ کل شان میں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"مرزا صاحب کی تمام شان کی نبوت کی نہیں تھی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی تھی"

مگر سوال یہ ہے کہ اگر امتی کے لفظ سے نبی کی شان گھٹ جاتی ہے تو اسی قسم کے دوسرے لفظ ساتھ لگنے سے بھی ضرور نبی کی شان گھٹ جاتی ہوگی۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک پہلو سے نبی تھے اور ایک پہلو سے بشر تھے۔ تو کیا نبی کے ساتھ بشر کا لفظ لگ جانے سے اور ایک پہلو بشری کہلانے سے آپ کی نبوت کی بھی شان کم ہو جاتی ہے یا ویسی ہی رہتی ہے۔ اگر وہ ویسی ہی رہتی ہے۔ اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آتا تو امتی کے لفظ کے لگنے سے نبی کی شان کیوں گھٹنے لگی۔ کیا اگر مجدد کے ساتھ امتی کا لفظ لگ جائے تو اس کی بھی شان گھٹ جائے گی۔ یا ویسی ہی رہے گی۔ اور وہ بھی بعض شان میں مجدد ہوگا۔ اور ناقص مجدد کہلائے گا یا کامل ہی رہیگا۔

ایک اور امر بھی قابل توجہ ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں۔

"غرض اس حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

ظاہر ہے کہ یہ تفریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔ مگر اس تفریق کو خلیفہ ثانی کی تفریق قرار دے کر مصنف صاحب تردید کرتے ہوئے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کا مصداق بن کر لکھتے ہیں کہ:۔

"جس طرح حضرت مرزا صاحب نے نبی کا خطاب پایا اسیطرح بعض دیگر بزرگوں نے بھی یہ خطاب پایا جس طرح بعض اور بزرگوں کو نبی کا نام دیا گیا اسیطرح حضرت مرزا صاحب کو بھی یہ نام دیا گیا۔ پھر ان دونوں کے معاملہ میں میاں صاحب کی تجویز کردہ یہ بیجا تفریق کیوں کریں۔ یعنی اپنے لئے پیمانہ اور رکھیں اور دوسروں کیلئے اور یہ بات تو صریح ظلم ہے بے انصافی اور خلاف دیانت سوء امانت ہے۔ میاں صاحب کی اس عجیب ہدایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کے مریدوں کی مرضی پر سب منحصر ہے اور ان کو اختیار حاصل ہے کہ جو چاہیں سمجھ لیں اور جو چاہیں بنالیں۔ ان کو نہ منشائے مصنف کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اور نہ نظر انصاف و معقولیت دیکھنے کی۔ مگر سوال ہے کہ اس خود مختارانہ اور زبردستی کی ناروا تفریق کو روا کیوں رکھا جائے اور کیوں نہ سب بزرگوں کے معاملہ میں ایک ہی سا مفہوم لیا جائے جو قرین انصاف اور دیانت اور امانت ہے؟" صفحہ ۳۵۱؍۳۵۲

جناب ایل ایل بی صاحب تردید تو حضرت خلیفہ ثانی کی کر رہے ہیں مگر نہیں سوچتے کہ ان کے اس بیان سے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقۃ الوحی والی مذکورہ تحریر کی تردید ہو رہی ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

الغرض ان کی یہ تحکمانہ تحریر بھی جو نمونہ از خروارے ہے اسی ذہنیت کا پتہ دے رہی ہے جس کے ماتحت انہوں نے قول سدید لکھی ہے اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ کتاب شروع سے لے کر آخر تک اسی قسم کی مضحکہ خیز لن ترانیوں سے پُر ہے جن سے ظاہر ہے کہ بی اے ایل ایل بی صاحب کی وکالت نے ایم اے ایل ایل بی صاحب کی وکالت کے بھی کان کتر کر رکھ دیئے ہیں۔

لازمی چندہ جات

موجودہ مالی سال کے آٹھ ماہ گذر چکے ہیں۔ اکثر جماعتوں کی طرف سے نسبتی بجٹ کے مطابق چندہ جات کی رقوم وصول ہو کر مرکز میں نہیں پہنچ رہیں اور کمیٔ آمد کے باعث سلسلہ کے ضروری اخراجات میں دقت پیدا ہو رہی ہے۔ لہٰذا بقایا دار دوست افراد اور جماعتوں کو چاہیئے کہ اپنی گزشتہ کوتاہی کے ازالہ کی طرف فوری طور پر توجہ دیں۔ تاکہ آخر مالی سال تک سو فیصدی بجٹ کی وصولی مکمل ہو سکے۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں خدا کے لئے اس کی دین کی اشاعت کے لئے تم سے مانگ رہا ہوں۔ اگر تم چندے میں حصہ نہیں لو گے تو خدا خود اپنے دین کی ترقی کے سامان کرے گا۔ مگر میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دین کی ترقی میں حصہ نہ لے کر گنہگار نہ ہو۔ پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو۔ اور خدمت اسلام کیلئے اپنے مالوں کو قربان کر دو۔ جو شخص تکلیف اٹھا کر اس خدمت میں حصہ لے گا۔ میں اس کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کر چکے ہیں کہ اے خدا جو شخص تیرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما۔ اور آفات و مصائب سے اسے محفوظ رکھ۔ پس جو اس میں حصہ لیگا اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا سے بھی حصہ ملیگا اور پھر میری دعاؤں میں بھی حصہ دار ہوگا ...... جو شخص زیادہ حصہ لے سکتے ہیں انہیں میں کہتا ہوں کہ میری حد بندیوں کو نہ دیکھو۔ خدا تعالیٰ خدا تعالیٰ کے پاس غیر محدود ثواب ہے اگر تم زیادہ قربانی کرو گے تو زیادہ ثواب کے مستحق ہو گے۔"

حضور کے مندرجہ بالا ارشاد کی روشنی میں امراء و صدر صاحبان و سیکرٹریان مال کا فرض ہے کہ وہ اپنی مالی ذمہ داری کا احساس کر کے سابقہ بقایا کی وصولی اور آئندہ کے لئے باقاعدگی اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کرنیوالے بنیں۔

ناظر بیت المال قادیان

چندہ مرمّت مقاماتِ مقدسہ

میں

حصّہ لینے والے مخلصین

جن احباب کی طرف سے ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۵۷ء میں مرمت مقاماتِ مقدسہ کی رقوم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں وصول ہوئی ہیں ان کی اسم وار فہرست ذیل میں شائع کی جا رہی ہے۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان مخلصین کے کاروبار اور خاندانوں میں برکت ڈالے اور مزید خدمات کے مواقع عطا فرمائے۔

اس فنڈ کی ضرورت و اہمیت کے متعلق پیشتر ازیں مختلف اوقات میں بذریعہ اخبار بدر جماعتی و انفرادی رنگ میں تحریکات کرتے ہوئے توجہ دلائی جا رہی ہے۔ لیکن اخراجات کے مقابل چندوں کی آمد برائے نام ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر دوستوں نے تاحال اس تحریک کی اہمیت اور ضرورت کو پوری طرح مدنظر نہیں رکھا۔

مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور آبادی کا فریضہ ایک ایسی عظیم الشان خدمت ہے جس میں جماعت کے ہر فرد کو حصہ لینا چاہیئے۔ پس دوستوں کو چاہیئے کہ خدمت کے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے حسب توفیق زیادہ سے زیادہ اس میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اور یہ یقین رکھیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر کی حفاظت اور خدمت کی خاطر قربانی میں اپنا قدم آگے بڑھاتا ہے وہ نہ صرف آخرت میں بہترین اجر کا مستحق ہوتا ہے بلکہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس کے مال میں دوسروں کی نسبت زیادہ برکت ڈالتا ہے۔ اس لئے جن احباب نے اس تحریک میں حصہ نہیں لیا ان کو بھی چاہیئے کہ وہ اس مقدس تحریک میں شامل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

ناظر بیت المال قادیان

نام	مقام	رقم
مکرم محمد الیاس صاحب	یادگیر	-/۱۰۰
" عبد الحلیم صاحب	بھاگلپور	۸-۲۵
جماعت احمدیہ	شموگہ	۵۰۔۔۔۔
" صالح شیبی صاحب		۱۰۔۔۔
" جی ایم عبد الرحیم صاحب	بنگلور	۵۔۔۔
" جمیل احمد صاحب	بلہر	۵۔۔۔
لجنہ اماء اللہ	چارکوٹ	۴۔۔۔
" محمد صدیق صاحب	کرڈاپلی	۲۔۔۔
" رحمت اللہ خان صاحب	دہلی	۱۰۰۔۔۔
" عبد الحمید صاحب		۳۰۔۔۔
" ٹی کے دیزن صاحب	کٹی کرالائی	۱۰۔۔۔
" منظور احمد صاحب	مسکرا	۳۔۔۔
" عبد الحق صاحب	چارکوٹ	۲-۵۱
" حضرت صاحب	منڈاسگر	۱۔۔۔
" سیٹھ معین الدین صاحب	چنتہ کنٹہ	۱۰۰۔۔۔
" " محمد اسماعیل صاحب	"	۱۰۰۔۔۔
" " محمود احمد صاحب	"	۲۰۔۔۔
" " حسن محمد صاحب	"	۱۰۔۔۔
" " راج محمد صاحب	"	۱۰۔۔۔
مکرم سیٹھ محمود احمد صاحب	چنتہ کنٹہ	۱۰۔۔۔
" " محمد عبد الغنی صاحب	"	۵۔۔۔
" اعجاز حسین صاحب	"	۵۔۔۔
" پاشو میاں صاحب کلاں	"	۵۔۔۔
" عبد الصمد صاحب	"	۱۔۔۔
" مولوی سراج الحق صاحب مبلغ		۱۔۔۔
" سید محمد سلیمان صاحب	جمشید پور	۱۲۵۔۔۔
" مظہر احمد صاحب پال	رانچی	۳۰۔۔۔
" فیروز الدین صاحب	جموں	۱-۷۵
" دلدار علی صاحب	کشن گڈھ	۱۔۔۔
" ڈاکٹر رفیع اللہ صاحب	فیض آباد	۱۔۔۔
" محمد ابراہیم صاحب	کانپور	۲۔۔۔
" محمد لطیف صاحب	"	۲۔۔۔
" حبیب اللہ خان صاحب	"	۲۔۔۔
" محمد حمید صاحب	"	۲۔۔۔
" محمد شفیع صاحب	"	۲۔۔۔
" محمد احمد صاحب	"	۱۔۔۔
" محمد اسماعیل صاحب	"	۱۔۔۔
" عبد الوہاب صاحب	"	۵۰۔۔

اعلانِ نکاح

برادرم غلام احمد صاحب نسیم ولد میاں صلاح محمد صاحب مرحوم ساکن دھوڑیاں حال ربوہ کا نکاح محترمہ امۃ المنان صاحبہ بنت نوری چراغ دین صاحب مرحوم ربوہ کے ساتھ مبلغ ایکہزار روپیہ مہر پر مکرم مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس نے مسجد مبارک ربوہ میں مورخہ ۱۲/۵۷ ۱۱ بعد نماز مغرب پڑھایا۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو سلسلہ احمدیہ اور جانبین کے لئے بابرکت فرمائے۔ (نظام الدین مہمان - احمد نگر جھنگ)

ایک معزز افریقن احمدی مسٹر زکریا کی

بمبئی میں آمد

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج مبلغ بمبئی)

۱۲ر دسمبر کو ہمارے افریقن دوست مسٹر زکریا محمدی جہاز سے بمبئی آئے۔ میں نے اور سید سرفراز احمد نے جہاز پر ان کا استقبال کیا۔ اسی دن مکرم ظفر الاسلام صاحب کی طرف سے الحق میں ان کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔ اس موقعہ پر میں نے نہایت مختصر سی ایک تعارفی تقریر کی۔ اس کے بعد احباب جماعت بمبئی کی طرف سے مسٹر زکریا کی خدمت میں ایک اڈریس پیش کیا گیا جس میں ان کی آمد پر اظہار مسرت اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک نشانِ صداقت قرار دیا گیا۔

اس اڈریس کے جواب میں مسٹر زکریا نے جماعت کی طرف سے ان کی آمد پر اظہار مسرت کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں شہر کمپالا یوگنڈا مشرقی افریقہ کا باشندہ ہوں۔ میرا خاندان کمپالا کا ایک مشہور خاندان ہے۔ میرے والد صاحب وہاں کے چیف۔ بھائی صاحب اسسٹنٹ پرائم منسٹر تھے۔ اور میں خود بھی غیر سرکاری طور پر پبلک کی نمائندگی کرتا ہوں۔ میرا اپنا ایک اخبار بھی ہے جس کا میں خود ایڈیٹر بھی ہوں۔ شہر میں میری ایک میکنک ورکشاپ ہے اور زمین بھی ہے جس میں روئی اور کوکو کی پیداوار ہوتی ہے۔ میں اس زمین کا لینڈ لارڈ (Land Lord) ہوں۔

مسٹر زکریا نے کہا کہ میں نے عربی اور انگریزی کی تعلیم پائی ہے۔ دونوں زبانوں میں گفتگو کر سکتا ہوں۔ سولہ سال پیشتر مجھے شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ کے ذریعہ احمدیت کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ اور میں نے بیعت کی۔

انہوں نے کہا کہ میں کمپالے کا پہلا احمدی ہوں۔ اور ہمیشہ دنیوی مشاغل سے وقت نکال کر احمدیت کی تبلیغ بھی کرتا رہتا ہوں۔

احباب بمبئی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں کے درمیان ہوں۔

شہر بمبئی کے متعلق کہا کہ:-

میں نے آج تک ایسا شہر نہیں دیکھا تھا لیکن اتنی بڑی آبادی اور اتنے بڑے شہر میں احمدیوں کی اتنی تھوڑی تعداد دیکھ کر افسوس آتا ہے۔ آپ نے دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ اہل بمبئی کو قبول احمدیت کی توفیق دے۔

مسٹر زکریا کو بمبئی کے بعض مشہور مقامات کی سیر کرائی گئی۔ وہ ہمارے درمیان تیس گھنٹوں تک رہے۔ اور ۲۲ر دسمبر کو فرنٹیر میل سے ربوہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور سالانہ جلسہ کی شرکت کی غرض سے جا رہے تھے۔

جب تک آپ بمبئی رہے الحق میں بڑی چہل پہل رہی احباب جماعت نے بھی ان کی مہمان نوازی میں حصہ لیا۔ اور بعض معزز غیر احمدی حضرات نے ان سے ملاقات کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ان کا حافظ و ناصر ہو۔ اور جلسہ سالانہ کی شرکت و حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت کی برکات سے کماحقہٗ مستفیذ ہونے کا موقعہ دے۔ آمین۔

ادائیگی زکوٰۃ

کیطرف

فوری توجہ کی ضرورت

زکوٰۃ کی ادائیگی ہر صاحب نصاب فرد کے لئے ضروری ہے۔ کوئی اور چندہ زکوٰۃ کا قائم مقام تصور نہیں کیا جاتا۔ سالانہ متوقع آمد زکوٰۃ کے مدنظر صدر انجمن احمدیہ قادیان اس کے مقابل پر متعدد امدادی وظائف اور موسمی امدادوں کیلئے گنجائش رکھتی ہے اور اگر زکوٰۃ کی رقوم بروقت موصول نہ ہوں تو زکوٰۃ کے منظور شدہ اخراجات کی ادائیگی میں مشکل پیش آنا یقینی امر ہے۔ کچھ عرصہ سے اس مد میں آمد بہت کم ہو رہی ہے لہٰذا جو صاحب نصاب احباب اور جماعتوں کے عہدیدارانِ مال سے توقع ہے کہ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

نئی دلّی ۲۷؍دسمبر۔ تقریباً سات ماہ جاری رہنے کے بعد آج پنجاب میں ہندی بچاؤ تحریک کو معطل کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب نے تمام ستیہ گرہیوں کی رہائی کا حکم جاری کر دیا۔ صرف ایک ستیہ گرہی جس پر تشدد کا الزام ہے اس کو رہا نہیں کیا جائے گا! رہائی کا حکم نظر بندوں اور زیر سماعت قیدیوں پر بھی حاوی ہوگا۔

نئی دہلی ۲۷؍دسمبر۔ حکومت لنکا کی درخواست پر ہندوستان کی جانب سے دو ہیلی کوپٹر اور تین ڈکوٹا طیارے لنکا کو بھیجے جا رہے ہیں۔ تاکہ وہ وہاں سیلاب زدگان کو خطرہ کے مقامات سے نکال سکیں۔ اور ان کو امداد بہم پہنچا سکیں۔ بنگلور۔ پونہ اور آگرہ میں ہندوستانی بری فوج اور فضائیہ کے کئی دستے بھی امدادی کاموں کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ تاکہ اگر حکومت لنکا مزید امداد طلب کرے تو انہیں روانہ کیا جا سکے۔

کان پور سے دو طیارے دو ہیلی کوپٹر لے کر روانہ ہو گئے ہیں۔ امدادی کاموں کیلئے بادہ کشتیاں لنکا بذریعہ ہوائی جہاز بنگلور سے لنکا کو بھیجی جا رہی ہیں۔ آگرہ سے جو ہوائی جہاز روانہ کئے گئے ہیں ان میں پیراشوٹ کے ذریعہ امدادی سامان گرانے کا بھی انتظام ہے۔

حیدر آباد (ڈاک سے) ریاست آندھرا پردیش کے گورنر مسٹر بھیم سین سچر نے ادارہ ادبیات اردو کے معائنہ کے بعد کہا کہ آج مجھے ادارہ کے معائنہ سے بڑی خوشی ہوئی۔ یہاں واقعی قابلِ قدر کام ہوا ہے اور اس کا کام ہی دراصل اس کی سفارش ہے۔ مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے اردو سے محبت ہے۔ بلکہ میری نشوو نما ہی اردو کے ماحول میں ہوئی ہے۔ دکن کا تو مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ پنجاب نے بھی اردو کی بڑی خدمت کی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ مجھے آج جاننے کا موقع ملا کہ آپ لوگوں نے اردو کا کتنا کام کیا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی اسی سرگرمی اور لگن سے کام ہوتا رہے گا۔

اس سے قبل نواب لیاقت جنگ بہادر صدر ادارہ نے گورنر سچر کا خیر مقدم کرتے ہوئے ادارہ کی ۲۶ سالہ کارکردگی پر روشنی ڈالی۔ موصوف نے کہا کہ ادارہ ادبیات اردو ۱۹۳۱ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کے بانی ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ نے کسی سرکاری یا درباری امداد لئے بغیر یہ ادارہ قائم کیا اور بہت جلد چند ایسے ہمخیال پیدا کر لئے جن کی تائید اور جد وجہد کی وجہ سے یہ ادارہ رفتہ رفتہ ترقی کرتا گیا۔

کولمبو ۲۹؍دسمبر۔ تازہ اطلاع ہے کہ شمالی لنکا اور کولمبو علاقہ میں سیلاب کا پانی بڑھ رہا ہے۔ کولمبو میں متقال ندی کا پانی کناروں کو توڑ کر باہر نکل رہا ہے۔ اور شہر کے نشیبی علاقوں میں بھر گیا ہے۔ اندازہ ہے کہ لنکا میں سیلاب سے کوئی ۳ لاکھ افراد متاثر ہوئے ہیں۔ جانی اور مالی نقصان کا اندازہ حالات کے بہتر ہونے سے قبل نہیں لگایا جا سکتا۔

سرینگر ۲۹؍دسمبر۔ پتہ چلا ہے کہ ریاستی حکومت سری نگر کے قریب رام بون گاؤں میں ٹائلوں اور اینٹوں کے بنانے کا ایک کارخانہ کھولنے والی ہے۔ اس کارخانہ کے قیام پر دس لاکھ روپے خرچ کئے جائیں گے۔ یہ کارخانہ سستے قسم کی اینٹوں کی سپلائی کی غرض سے قائم کیا جا رہا ہے۔

واشنگٹن ۲۸؍دسمبر۔ امریکی دفتر خارجہ نے جو انڈونیشیا کی اسلحہ کی درخواست پر غور کر رہا ہے۔ کل اعلان کیا کہ ایسی اطلاعات ملی ہیں کہ اگر انڈونیشیا کو اسلحہ نہ دئے گئے تو وہ روسی بلاک سے اسلحہ لیگا۔ امریکی دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ ۶ ماہ ہوئے کہ ہم کو مختلف اقسام کے اسلحہ کے لئے غیر رسمی درخواست پیش کی گئی تھی۔ اس موقعہ پر انڈونیشیا سے کہہ دیا گیا تھا کہ اس درخواست پر غور کیا جائیگا۔

کلکتہ ۲۸؍دسمبر کل یہاں آل بنگال لانگویج کانفرنس کے اجلاس کی صدارتی تقریر میں ڈاکٹر نریش چندر سین نے کہا کہ بین الریاستی استعمال کے لئے انگریزی کو برقرار رکھا جائے۔ انگریزی زبان عرصہ سے ہندوستانی کی مختلف ریاستوں کے درمیان خط و کتابت کا ذریعہ ہے۔

مرکزیت کے چار بنیادی ستون

(بقیہ صفحہ ...)

راستے سے بھٹک نہیں سکتا۔ اور بالآخر ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ جماعت کے چوتھے مرکز یعنے جماعتی تنظیم پر ... مضبوطی کے ساتھ قائم ہو اور اس کی لڑی میں اس طرح پرویا رہے جس طرح ایک عمدہ تسبیح کے دانے ایک دوسرے کے ساتھ پروئے رہتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ جماعتی تنظیم وہ چیز ہے جس میں بعض اوقات میٹھی قاشوں کے ساتھ تلخ قاشیں بھی کھانی پڑتی ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر ایک وسیع جماعت کو اتحاد اور عمل صالح کے مقام پر قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ اور اس تعلق میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جماعتی تنظیم کے تعلق میں امیر یا امام سے بعض اوقات بشری اثرات کے ماتحت اجتہادی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے متعلق اس امکان کو تسلیم کیا ہے۔ مگر پھر بھی امیر کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ پس ہر مخلص احمدی کا فرض ہے کہ وہ ہر قربانی کو قبول کر کے جماعتی تنظیم کے دامن کے ساتھ وابستہ رہے۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی جماعتی تنظیم قائم نہیں رہ سکتی۔ اور قومی اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

بس اس وقت الفضل کے جلسہ سالانہ نمبر میں یہی مختصر سے الفاظ احباب کرام کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ

"اگر در خانہ کس است حرفے بس است"

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو جو اس وقت جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہیں اور ہماری نسلوں کو اور پھر ان کی نسلوں کو قیامت تک اسلام اور احمدیت کے نور سے منور رکھے۔ اور ہمیں ان چار انسانی اور ارضی اور نظریاتی اور تنظیمی مرکزوں کے ساتھ اخلاص اور محبت اور اطاعت کی تاروں کے ساتھ باندھے رکھے۔ جو اس نے اپنی ازلی حکمت کے ماتحت جماعت کے بقا اور ترقی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اور ہمارا انجام بہتر ہو۔ نیز آنے والے دنوں کے خطرات میں بھی خدا جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار:

مرزا بشیر احمد

ربوہ ۵؍دسمبر ۱۹۵۶ء

شکریہ

مکرمی محمد لطیف صاحب آف کانپور نے مبلغ دو روپیہ بطور اعانت اخبار بدر مرحمت فرمائے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء (مینیجر)

اکسیر کوثر

اعضائے رئیسہ کی کھوئی ہوئی قوتوں کو بحال کرتی ہے۔ رکی ہوئی تلی، ضعیف جگر، ضعف معدہ، یرقان، کمی بھوک، کمزوری مثانہ، دائمی قبض، پرانا بخار، ایام ماہواری کی بے قاعدگی اور درد کو دور کرتی ہے۔

دواخانہ رحیمیہ قادیان

قبر کے عذاب سے بچو!

کارڈ آنے پر

مفت

عبد اللہ الہ دین سکندر آباد دکن

قادیان کے قدیمی دواخانہ کے مفید مجربات

زدجام عشق } قیمتی ادویہ سے مرکب بہترین ٹانک جو اعصاب کو تقویت دیکر جسم میں نئی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ ایک ماہ کورس بارہ ۱۲ روپے۔

تریاق سِل } یہ دوا سل کے مادہ کو دور کرتی ہے۔ پرانے بخاروں اور پرانی کھانسی کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت ایک ماہ کورس بارہ روپے۔

حب مروارید عنبری } دل و دماغ کی تقویت کی خاص دوا۔ دماغی تھکن کو دور کر کے طبیعت شگفتہ بناتی ہے۔ دل کی کمزوری کیلئے خصوصیت سے مستعمل ہے۔ قیمت کورس چالیس روز ۱۶ روپے۔

نوٹ:۔ دیگر مفید اور زود اثر ادویات کی فہرست ہم سے مفت طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

پرچا پریمی اوشدھالیہ (دواخانہ خدمتِ خلق) قادیان پنجاب

۸۰ صفحہ کا رسالہ

مقصدِ زندگی و احکامِ ربّانی

کارڈ آنے پر

مفت

عبد اللہ الہ دین سکندر آباد۔ دکن